احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

روزنامہ

الفضل

مصلح موعودنمبر
20 فروری 2016ء
20 تبلیغ 1395ہش

047-6213029
C.P.L FR-10

Web: http://www.alfazl.org
Email: editor@alfazl.org

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

حضرت مصلح موعود سے تعلق رکھنے والے چند تاریخی مقامات



ہوشیار پور میں واقع شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کا
بالا خانہ جہاں حضرت مسیح موعود نے بیقرار دعائیں کیں
(بیرونی منظر)



یہ وہ بالا خانہ ہے جہاں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو
پیشگوئی مصلح موعود عطا فرمائی
(اندرونی منظر)



کمرہ پیدائش حضرت مصلح موعود (قادیان)
(12 جنوری 1889ء)



دارالحمد قادیان۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی کوٹھی
1932ء میں حضور نے تعمیر کروائی



رتن باغ لاہور کی اس عمارت میں تقسیم ہند کے بعد
خاندان حضرت مسیح موعود کا قیام رہا



بیت یادگار ربوہ۔ ربوہ کے قیام کے وقت اس جگہ
حضرت مصلح موعود نے پہلی نماز کی امامت کروائی



فضل عمر ہسپتال ربوہ۔ حضرت مصلح موعود کے خلق اللہ کے لئے
بے لوث جذبہ کا منہ بولتا ثبوت



ربوہ کا ابتدائی منظر
جسے حضرت مصلح موعود نے آباد فرمایا



ربوہ کی موجودہ آبادکاری کا ایک منظر

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ .... مطبع: ضیاء الاسلام پریس .... مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 30 روپے

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

حضرت مسیح موعودفرماتے ہیں:۔

خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہریک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ و عزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:

’’میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت ونسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والآخر مظہر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ و کان امرًا مقضیًّا۔‘‘

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

مکرم طاہر احمد آصف صاحب

پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر اور تاریخی حقائق

حضرت اقدس مسیح موعود کے ارشادات سے انتخاب

ذیل میں زمانہ ماموریت کے آغاز سے تاریخ وار ان تمام واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو پیشگوئی پسر موعود کا پس منظر اور ولادت حضرت مصلح موعود تک جو واقعات و حالات درپیش رہے ان کا مختصر تعارف کرواتے ہیں۔

1880ء

اشاعت دین کے لئے کتاب کی تصنیف:

ایک کتاب جامع دلائل معقولہ در بارہ اثبات حقانیت قرآن شریف، صدق نبوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس میں ثبوت کامل منجانب کلام اللہ ہونے قرآن شریف اور سچا ہونے حضرت خاتم الانبیاء کا...... بوعدہ انعام دس ہزار روپے...... کہ اگر کوئی صاحب حقانیت اور افضلیت فرقان شریف سے منکر ہے براہین مندرجہ اس کتاب کو توڑ دے یا اپنی الہامی کتاب میں اسی قدر دلائل یا نصف اس سے یا ثلث اس سے یا ربع اس سے یا خمس اس سے ثابت کر کے دکھلاوے......

1882ء

ماموریت کا الہام:

یَا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ ......

فرمایا: ’’اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے کہا۔

ھذا رجل یحب رسول اللّٰہ۔‘‘

1882ء

نشان نمائی کی پہلی دعوت:

’’انشاءاللہ ہر ایک طالب صادق اپنے مطلب کو پائے گا اور ہر ایک صاحب بصارت اس دین کی عظمت کو دیکھے گا...... پس اگر کوئی پادری یا برہمو کہ جو اپنی کور باطنی سے منکر ہے یا کوئی آریہ اور دوسرے فرقوں میں سے سچائی اور راستی سے خدا تعالیٰ کا طالب ہے تو اس پر لازم ہے کہ سچے طالبوں کی طرح...... سیدھا ہماری طرف چلا آوے اور پھر صبر اور برداشت اور اطاعت اور خلوص کو صادق لوگوں کی طرح اختیار کرے تا انشاء اللہ اپنے مطلوب کو پاوے۔‘‘

’’جس طرح سچے دین اور ربانی کتاب کے حقیقی تابعداروں میں روحانی برکتیں ہونی چاہئیں اور اسرار خاصہ الہٰیہ سے ملہم ہونا چاہئے وہی برکتیں اب بھی جوئندوں کے لئے مشہود ہو سکتی ہیں جس کا جی چاہے صدق قدم سے رجوع کرے اور دیکھے اور اپنی عاقبت کو درست کر لے۔‘‘

ستمبر 1884ء

سوجان پور جانے کا ارادہ:

’’جو ایک الہام کی بناء پر ترک کر دیا گیا۔‘‘

7 ستمبر 1884ء

میاں عبداللہ صاحب سنوری کے نام مکتوب و التوائے سفر سوجان پور:

’’میاں عبداللہ صاحب سنوری کے مکتوب کے جواب میں فرمایا: ابھی تک بباعث بعض موانع یہ عاجز قادیان میں ہے سوجان پور کی طرف نہیں گیا اور بوجہ علالت وضعف ابھی ہندوستان کی سیر میں تامل ہے شاید اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ بات موسم سرما میں میسر آ جائے۔‘‘

1884ء

الہام متعلقہ ہوشیار پور:

انہی ایام میں حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ ’تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی، اس کا ذکر آپ نے مکتوب بنام رستم علی صاحب مورخہ 13 جنوری 1886ء میں فرمایا۔

’’ایک معاملہ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔‘‘ (بدر 5 ستمبر 1907ء ص10)

1885ء

اشتہار مجددیت:

مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔

1885ء

دعوت نشان نمائی:

’’اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشن گوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف......) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔‘‘ ’’یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جس کی 240 کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے) شائع کیا جائے اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان وانگلستان ...... اور بخدمت برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامات سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز پر بدظن ہیں ارسال کی جاوے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے) ملزم ولاجواب و مغلوب کئے جائیں گے...... آپ کو اس دین کی حقانیت یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کر لیں۔‘‘

اگست 1885ء

قادیان کے ساہوکاروں کا خط:

ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار و عہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر 1885ء سے لغایت اخیر ستمبر 1886ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کیلئے مرزا صاحب کے پاس آمد و رفت رکھیں گے۔

ستمبر 1885ء

حضرت اقدس کا ان کی درخواست قبول کرنا:

’’آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کیلئے درخواست کی ہے مجھ کو ملا...... آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر و مطلق ایک سال تک ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہوگا۔

جنوری 1886ء

ورود ہوشیار پور 22 جنوری بروز جمعہ:

حضرت شیخ حامد علی صاحب، حضرت عبداللہ سنوری صاحب، حضرت فتح خان صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ رئیس مہر علی صاحب کے طویلہ کی بالائی منزل پر قیام کیا۔ احباب سے ملاقات کے لئے 40 دنوں کے بعد آنے کا فرمان بذریعہ قلمی اشتہار دیا۔ نماز جمعہ کے لئے شہر سے باہر ویران بیت الذکر استعمال کی۔

20 فروری 1886ء

پیشگوئی مصلح موعود کے اہم حصے:

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قرب کا نشان تجھے دیا جاتا ہے ...... سو تجھے بشارت کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جاتا ہے۔ خوبصورت پاک لڑکا تیرا مہمان آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا...... دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔

(ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء)

17 مارچ 1886ء

قادیان واپسی:

40 روز بعد قادیان واپسی ہوئی۔

18 مارچ 1886ء

لیکھرام کی مخالفانہ پیشگوئی:

رحمت کا نہیں زحمت کا کہا ہوگا...... خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے رحمت کا نشان تو صرف مان کنجر کی سرائے تھے اور بس...... اے منکر و مکار تجھ پر آلام ...... ہم نے سنا خدا کہتا ہے اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے وہ نہایت غبی اور کودن ہوگا ...... آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی غایت درجہ 3 سال تک شہرت رہے گی۔

(کلیات آریہ مسافر حصہ سوم ص 498-496)

20 مارچ 1886ء

اعتراض کہ بچہ پہلے سے پیدا ہو چکا ہے:

’’چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ 20 فروری 1886ء پہر جس میں ایک پیشگوئی در بارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا وہ شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطانی کشمیری و صابر علی نے ...... یہ دروغ بے فروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگیا ہے۔‘‘

’’اسی طرح ایک صاحب محمد رمضان نام نے پنجابی اخبار 20 مارچ 1886ء میں چھپوایا کہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت میں منجانب اللہ ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ جس نے ارسطو کا ورکس دیکھا ہوگا حاملہ عورت کا قارورہ دیکھ کر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونا ٹھیک ٹھیک بتلا سکتا ہے اور بعض مخالف مسلمان یہ بھی کہتے تھے کہ اصل میں ڈیڑھ ماہ سے یعنی پیشگوئی بیان کرنے سے پہلے لڑکا پیدا ہو چکا ہے جس کو فریب کے طور پر چھپا کر رکھا ہے اور اس کو عنقریب مشہور کیا جائے گا کہ پیدا ہوگیا۔‘‘

22 مارچ 1886ء

اشتہار واجب الاظہار (9 سالہ میعاد):

اس اشتہار میں 9 سالہ میعاد مقرر کی گئی نیز اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: ابھی تک جو 22 مارچ 1886ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر 20,22 سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہوگیا ہے سراسر دروغ ہے...... معترضین یا جس شخص کو شبہ ہو اس پر واجب ہے کہ اپنا

شبہ رفع کرنے کے لئے وہاں چلا جاوے اور اس جگہ اردگرد سے خوب دریافت کرلے لعنت اللہ علی الکاذبین۔

مارچ/اپریل 1886ء

اعتراض بر 9 سالہ میعاد از منشی اندرمن:

اس خاکسار کے اشتہار 22 مارچ 1886ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مرادآبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔

8۔اپریل 1886ء

اشتہار صداقت آثار:

سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اوس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا...... آج آٹھ اپریل 1886ء میں اللہ جلشانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔

15۔اپریل 1886ء

پیدائش صاحبزادی عصمت صاحبہ:

حضرت اقدس کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوئی۔

19۔اپریل 1886ء

شمارہ اخبار ریاض ہند:

اشاعت اشتہار صداقت آثار 8/اپریل 1886ء در اخبار ریاض ہند جلد 1 نمبر 25 ص 203 کالم 2

3 جون 1886ء

بیٹی کی پیدائش پر نور افشاں میں اعتراض:

اب تازہ افتراء جو محض ناخدا ترسی کی راہ سے بعض نادان متعصب آریوں اور عیسائیوں نے کیا ہے جس کا ذکر ایک شخص مسمّی پنڈت لیکھرام پشاوری کی طرف سے اشتہار مطبوعہ شفیق ہند پریس لاہور میں اور ایک عیسائی صاحب کی طرف سے پرچہ نور افشاں مطبوعہ 3 جون میں لکھا گیا ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی سراسر غلط نکلی کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا کیونکہ 15۔ اپریل کو ان کے گھر دختر پیدا ہوگئی ہے۔

8 جون 1886ء

میر عباس علی لدھیانوی کا اشتہار:

ہر سہ اشتہارات جو مرزا صاحب نے اس بارہ میں چھپوائے ...... پہلا اشتہار جس کو مرزا صاحب نے 20 فروری 1886ء ...... اس میں کوئی تاریخ درج نہیں کہ وہ لڑکا ...... کب اور کس سال پیدا ہوگا۔ دوسرا اشتہار جو 22 مارچ 1886ء کو ...... کہ وہ لڑکا نو برس کے اندر پیدا ہوجائے گا اس میعاد سے تخلف نہیں کرے گا لیکن تیسرا اشتہار جو مرزا صاحب کی طرف سے 8۔ اپریل 1886ء کو جاری ہوا اس کی الہامی عبارت ذوی الوجوہ اور کچھ گول گول ہے اور اس میں کوئی تصریح نہیں کہ وہ کب اور کس تاریخ میں پیدا ہوگا ہاں اس میں ایک یہ فقرہ ہے کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ فقرہ کہ مدت ...... ایک ذوی الوجوہ فقرہ ہے اگر الہامی عبارت کے سر پر لفظ 'اس' ہوتا یعنی عبارت یوں ہوتی کہ 'اس مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا ضرور اس میں پیدا ہو جائے گا' تو بلا شبہ مواخذہ کی جگہ تھی...... سو الہامی عبارت میں اس کا لفظ متروک ہونا (جس سے حمل موجودہ میں پیشگوئی محدود ہوجاتی) صریح بتلا رہا ہے کہ اس جگہ حمل موجودہ مراد نہیں لیا گیا۔

یکم ستمبر 1886ء

اشتہار محک اخیار و اشرار:

ہمارے اشتہار مطبوعہ 8۔ اپریل 1886ء کو ...... محرف ومبدل کر کے کچھ کے کچھ معنے بتا کر ...... کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی تھی اس کا وقت گزر گیا اور وہ غلط نکلی ...... نہیں دیکھتے کہ اشتہار 22 مارچ 1886ء میں صاف صاف تولد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی اور اشتہار 8۔ اپریل 1886ء میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی اب وہ منسوخ ہوگئی ہے ہاں اس اشتہار میں ایک یہ فقرہ ذو الوجوہ درج ہے کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا مگر کیا اسی قدر فقرے سے یہ ثابت ہوگیا کہ مدت حمل سے ایام باقی ماندہ حمل موجودہ مراد ہے کوئی اور مدت مراد نہیں۔ اگر اس فقرہ کے سر پر 'اس' کا لفظ ہوتا تو بھی اعتراض کرنے کے لئے کچھ گنجائش ہوتی۔ فقرہ مذکورہ بالا یعنی یہ کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا ایک ذو الوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی شاہ صاحب لدھیانوی نے اپنے اشتہار 8 جون 1886ء میں کی ہے۔

اسی طرح محمد رمضان کے اعتراض کہ لڑکا پہلے سے پیدا ہوگیا ہے اور چھپایا گیا ہے، کے جواب میں فرمایا کہ:

سو اچھا ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے تولد فرزند مسعود موعود کو دوسرے وقت پر ڈال دیا ورنہ اگر اب کی دفعہ ہی پیدا ہوجاتا تو ان مفتریات مذکورہ بالا کا کون فیصلہ کرتا لیکن اب تولد فرزند موصوف کی بشارت غیب محض ہے نہ کوئی حمل موجود ہے تا ارسطو کے ورکس یا جالینوس کے قواعد حمل دانی بالمعارضہ پیش ہوسکیں اور نہ اب کوئی بچہ چھپا ہوا ہے تو وہ مدت کے بعد نکالا جائے۔

7۔اگست 1887ء

ولادت بشیر اول صاحب:

فرمایا: اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار 8۔اپریل 1886ء میں پیشگوئی کی تھی ...... آج 16 ذی قعدہ 1304ھ مطابق 7۔ اگست 1887ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔

15 جولائی 1888ء

تتمہ اشتہار دہم جولائی (بشیر ثانی اور محمود ایک ہی):

ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔

4 نومبر 1888ء

وفات بشیر اول صاحب:

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو 17۔اگست 1887ء روز یکشنبہ میں پیدا ہوا تھا اور 4 نومبر 1888ء کو اسی روز یکشنبہ میں ہی اپنی عمر کے سولھویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا۔

4 نومبر 1888ء

مکتوب بنام مولوی حکیم نورالدین صاحب

فرمایا: میرا لڑکا بشیر احمد 23 روز بیمار رہ کر آج بقضائے الٰہی رب عزوجل انتقال کرگیا انا للّٰہ ......۔ اس واقعہ سے جس قدر مخالفین کی زبانیں دراز ہوں گی اور موافقین کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں گے اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

یکم دسمبر 1888ء

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر:

(سبز اشتہار) اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست 1887ء تک جو پسر متوفی کی پیدائش کا مہینہ ہے جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں ...... ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کرسکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی وہ لڑکا تھا جو فوت ہوگیا ہے بلکہ 8۔ اپریل 1886ء کا اشتہار اور نیز 7۔اگست 1887ء کا اشتہار کہ جو 8۔ اپریل 1886ء کی بناء پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے ...... ہاں اجتہادی طور پر گمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پسر متوفی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئی تھیں ...... ان کی نظر میں اگر یہ ایک اجتہادی غلطی بھی متصور ہوتی تو وہ بھی ایک ادنیٰ درجہ کی اور نہایت کم وزن اور خفیف سی ان کے خیال میں دکھائی دیتی کیونکہ ہر چند ایک غبی اور کور دل انسان کو خداتعالیٰ کا وہ قانون قدرت سمجھانا بہت مشکل ہے جو قدیم سے اس کے متشابہات وحی اور رؤیا اور کشوف اور الہامات کے متعلق ہے...... پھر بطور تنزل ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی نبی یا ولی سے کسی پیشگوئی کی تشخیص وتعیین میں کوئی غلطی وقوع میں آجائے تو کیا ایسی غلطی اس کے مرتبہ نبوت یا ولائت کو کچھ کم کرسکتی یا گھٹا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں...... اب ہم فائدہ عام کے لئے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بشیر احمد کی موت ناگہانی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ جل شانہ نے اس کی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی کہ یہ لڑکا کام کرچکا ہے اور اب فوت ہوجاوے گا۔

یکم دسمبر 1888ء

اشتہار تبلیغ برائے بیعت:

فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کیلئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔

12 جنوری 1889ء

ولادت حضرت مصلح موعود:

خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888ء و اشتہار دسمبر 1888ء میں مندرج ہے اپنے لطف وکرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ سو آج 12 جنوری 1889ء میں مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ روز شنبہ اس عاجز کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے جس کا نام ...... بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔

12 جنوری 1889ء

اشتہار تکمیل تبلیغ برائے شرائط بیعت

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں شائع کیا جس میں بیعت کے لئے حق کے طالبوں کو بلایا گیا ہے اس کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے......۔

(اس کے بعد شرائط بیعت درج ہیں)

☆......☆......☆......☆......☆

حضرت مصلح موعود کی اہم مواقع پر کھینچی گئی چند تصاویر



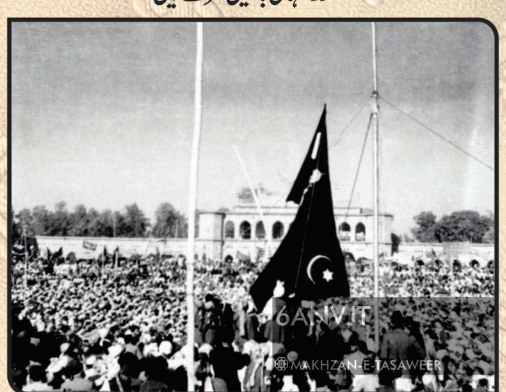
ہندوستان کی مختلف جامعات کے دورہ کے دوران ساتھیوں کے ہمراہ
حضور انتہائی بائیں طرف ہیں



1924ء سفر یورپ کے موقع پر



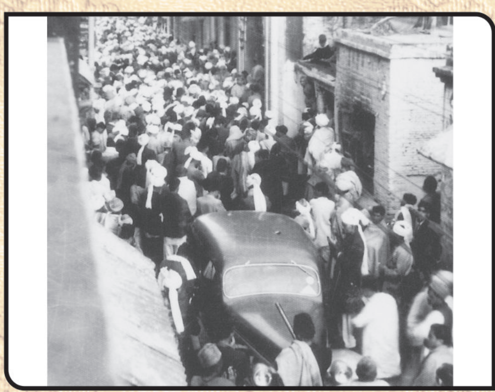
19/اکتوبر 1924ء۔ بیت الفضل لندن کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے



خلافت جوبلی۔ جلسہ سالانہ قادیان 1939ء



ہوشیار پور جلسہ مصلح موعود 20 فروری 1944ء کے بعد نماز ادا کرتے ہوئے



1944ء ہوشیار پور۔ جلسہ مصلح موعود سے واپسی کے موقع پر



مربیان کرام کے ہمراہ ایک یادگار فوٹو



1954ء میں قاتلانہ حملہ کے بعد آرام فرماتے ہوئے



1955ء۔ لندن پہنچنے پر



1955ء۔ سفر یورپ کے دوران



1955ء۔ دورہ یورپ کے دوران سیر کرتے ہوئے



ستمبر 1958ء۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ کے افتتاح کے لئے تشریف لاتے ہوئے

حضرت مصلح موعود کا ایک اہم کارنامہ۔ ماہنامہ تشحیذ الاذہان کا اجرا

17 سالہ موعود بیٹے نے رسالہ جاری کر کے احمدیہ صحافت میں جدید طرز کی بنیاد رکھی

عبدالسمیع خان

سیدنا حضرت مصلح موعود کے سپرد قوموں کی امامت کا فریضہ تھا اور یہ بھی بشارت تھی کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اس لئے خدائی منشا کے تحت چھوٹی عمر میں ہی بڑے بڑے کاموں کی داغ بیل آپ کے ہاتھوں پڑنے لگی جنہوں نے بعد میں عظیم الشان منصوبوں کے طور پر ظاہر ہونا تھا اور اس طرح نہ صرف آپ خود تیزی سے بڑھنے لگے بلکہ اپنے ساتھ ان جاں نثاروں اور فدائیوں کی فوج بھی تیار کرنے لگے جنہوں نے بعد میں آپ کا دست وبازو بننا تھا۔

ان عظیم علمی کارناموں کے ایک سلسلہ کا تعلق صحافت اور تالیف وتصنیف سے ہے۔ صرف 9 سال کی عمر میں 1897ء میں آپ نے انجمن ہمدردان ...... کی بنیاد ڈالی جس کا نام کچھ عرصہ بعد انجمن خادم...... تجویز کیا گیا۔

(الحکم 7/ اکتوبر 1939ء ص4)

1900ء میں حضرت مسیح موعود نے اس کا نام ''انجمن تشحیذ الاذہان'' عطا فرمایا۔

(الحکم 28 دسمبر 1939ء ص64)

مقاصد

یکم مارچ 1906ء سے اسی انجمن کے زیر اہتمام سیدنا محمود کے زیر ادارت ایک سہ ماہی رسالہ جاری ہوا جس کا نام بھی حضرت مسیح موعود نے تشحیذ الاذہان رکھا۔ اس رسالہ کے درج ذیل مقاصد تھے۔

1۔ دین کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا۔

2۔ حضرت اقدس مسیح موعود کے وہ نصائح جو گھر میں کہے جاتے ہیں شائع کرنا ہے۔

3۔ دین حق اور خصوصاً سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات کا تہذیب کے ساتھ رد کرنا۔

4۔ مشاہیر اسلام کی سوانح عمریاں درج کرنا۔

5۔ مسائل شرعیہ کا اندراج تا ناواقف لوگ واقفیت حاصل کریں۔

6۔ اس رسالہ سے کوئی مالی فائدہ ہرگز ہرگز متصور نہیں ہوگا اور جو آمد بھی ہوگی اشاعت دین میں خرچ کی جائے گی۔

(تشحیذ الاذہان جلد اول نمبر 1 سرورق ص4)

جدید طرز صحافت

اس رسالہ نے احمدیہ صحافت میں ایک جدید طرز کی بنیاد رکھی۔ دین کا درد رکھنے والے نوجوانوں میں خدمت دین اور اشاعت حق کی ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ نے اس رسالہ میں ابتداء ہی سے بعض مستقل عنوان قائم کر دیئے۔ جس سے اس کی افادیت اور بھی بڑھ گئی مثلاً ڈائری حضرت امام الزمان، مسائل شرعیہ، عربی سیکھنے کے لئے آسان طریقہ۔ حضرت اقدس کے رویا والہامات۔ رسالہ میں حضرت مسیح موعود کا غیر مطبوعہ کلام اور ملفوظات بھی چھپتے تھے اور مکتوبات امام بھی بلکہ کتابی شکل میں ان مکتوبات کو شائع کرنے کا خیال بھی پہلی بار آپ ہی کے دل میں آیا۔ آپ نے اس کا اظہار بھی انہی دنوں میں کر دیا تھا۔

تشحیذ کے پہلے شمارہ میں آپ نے 14 صفحات کا ایک شاندار انٹروڈکشن لکھا جسے پڑھ کر حضرت خلیفہ اول مولانا حافظ نورالدین نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور مبارکباد دی۔ نیز خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو خصوصیت سے اس کے پڑھنے کی ہدایت کی ہے۔

(الحکم جوبلی نمبر دسمبر 1939ء ص10 کالم 3)

مولوی محمد علی صاحب کا تبصرہ

چنانچہ مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

''رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے جس کا پہلا نمبر یکم مارچ کو شائع ہوگیا ہے اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ اس میں برکت دے۔ چندہ سالانہ 12/ (آنے) ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیرالدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔......''

''اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور (دین) کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اس موقعہ پر نہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر موقع پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحاق کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے تو ان میں یہی دعا ہے کہ اے خدا تو ان دونوں اور ان کی اولاد کو خادم دین بنا۔ برخوردار عبدالحی کی آمین کی تقریب پر اشعار لکھے تو ان میں یہی دعا بار بار کی ہے کہ اسے قرآن کا سچا خادم بنا ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور ان امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھ کر کھیل کود کا زمانہ ہے۔ اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا؟ جھوٹ تو ایک گند ہے پس اس کا اثر تو چاہئے تھا کہ گندہ ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔ اگر ایک انسان افتراء کرتا ہے تو اگرچہ وہ باہر کے لوگوں سے افتراء کو چھپا بھی لے مگر اپنے ہی بچوں سے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں چھپا نہیں سکتا۔ وہ اس کی ہر ایک حرکت اور سکون کو دیکھتے ہیں۔ ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ ہر موقع پر اس کے خیالات کو ظاہر ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ پس اگر افتراء ہو تو ضرور ہے کہ وہ افتراء کسی نہ کسی وقت اس کے اپنے بچوں یا بیوی پر ظاہر ہو جائے۔ اے بدقسمت لوگو! غور کرو! کیا مفتری کی اولاد جو اس کے افتراء کے زمانہ میں پرورش پائے ایسی ہوا کرتی ہے؟ کیا تمہارے دل انسانی دل نہیں جو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے اور ان سچے خیالات کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیوں تمہاری سمجھیں الٹی ہوگئی ہیں۔ غور کرو! کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے وہ کاذب ہوسکتا ہے۔ اگر وہ کاذب ہے تو پھر دنیا میں صادق کا کیا نشان ہے؟''

(ریویو آف ریلیجنز مارچ 1906ء ص117 تا 119)

اسی انجمن نے 1908ء میں ایک لائبریری اور دارالمطالعہ بھی قائم کیا۔

(تشحیذ الاذہان 1908ء ص27)

اخبار الحکم کا تبصرہ

خلافت اولیٰ میں اخبار الحکم انجمن تشحیذ الاذہان اور اس کے رسالہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''یہ انجمن احمدی قوم کے نونہالوں کی انجمن ہے جس کے بانی مبانی احمدی قوم کے فخر اور مخدوم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد سلمہ اللہ الاحد ہیں۔ اس انجمن کے سرپرست حضرت مسیح موعود تو تھے ہی مگر حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ اس کے مربی اور محسن رہے۔ انجمن کے جلسوں میں اپنے بہت سے ضروری کام چھوڑ کر بھی ہمیشہ خوشی سے حاضر ہوتے اور وقتاً فوقتاً اپنی تقریروں میں انجمن مذکور کے نوجوان ممبروں کی حوصلہ افزائی اور تعلیم سے کام لیتے رہتے اور آج میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تشحیذ الاذہان کی موجودہ کامیابی پر سب سے زیادہ خوش اور سب سے زیادہ مبارکباد کے قابل آپ ہی کا وجود ہے۔ اس لئے کہ یہ انجمن جس کی ترقی اور کامیابی کے آپ دل سے خواہشمند تھے اور ہیں، آپ کے ہاتھوں میں قائم ہوئی، آپ کے زیر سایہ بڑھی، پھلی پھولی اور ترقی کر رہی ہے اور اس کے خوشگوار پھل آج احمدی قوم کے لئے مایہ ناز ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے قلم اور زبان کے بیش قیمت جواہرات انجمن تشحیذ کے لئے سلسلہ کی تاریخ میں درّ یتیم سمجھے جا کر ہمیشہ قابل عزت سمجھے جائیں۔

انجمن تشحیذ باخبر اور قادرالکلام سپیکر پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی ہے اور ایسا ہی اس نے چند اہل قلم نوجوان پیدا کر دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے نوجوانوں کا ایک گروہ پیدا کر دیا ہے جو خدمت دین کے لئے اپنے اندر للّٰہی جوش رکھتے ہیں۔...... انجمن کا رسالہ تشحیذ حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایڈیٹری سے نکلتا ہے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں۔ بلکہ بالکل حق بات ہے کہ رسالہ مذکور کے ایڈیٹر کی زبان اور قلم میں بھی وہی شان جلوہ گر ہے۔ جو ہم سب کے آقا اور محبوب مسیح ومہدی کے زبان اور قلم میں تھی۔

(الحکم 21 فروری 1909ء ص13)

اخبار بدر کا تبصرہ

اخبار بدر رسالہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے:

''اس رسالہ (تشحیذ الاذہان) کا پہلا نمبر یکم مارچ 1906ء کو شائع ہوگیا۔ یہ رسالہ اول سے آخر تک دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔ مگر سب سے زیادہ کمیاب اور بیش قیمت حصہ اس رسالہ کا وہ ہے جو اس کے سب سے آخری صفحوں میں درج کیا گیا ہے۔ یعنی حضرت امام کے وہ نصائح جو آپ گھر میں عورتوں کو دیا کرتے ہیں۔ اس ڈائری کو صرف اسی رسالہ کا لائق اور قابل عزت ایڈیٹر ہی نباہ سکتا ہے اور دوسرے کا کام نہیں۔ اس رسالہ میں اگر دوسری کوئی مفید بات بھی نہ ہوتی تب بھی ان دو صفحوں کی خاطر یہ رسالہ اس قابل ہے کہ اس کو سر آنکھوں پر رکھ لیا جاوے۔ لیکن اس کے سوائے دوسرے مضامین مفید اور دلچسپ ہیں۔ قیمت صرف 12/ (آنے) ہے اور رسالہ سال میں چار دفعہ نکلے گا۔ بہتر ہوتا کہ یہ رسالہ ماہوار نکلتا''۔

(تشحیذ الاذہان جلد اول نمبر 2 ص ج)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا تبصرہ

رسالہ تشحیذ الاذہان کے دوررس نتائج کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) فرماتے ہیں:۔

ماہنامہ تشحیذ الاذہان احمدی نوجوانوں کے لئے علمی مضامین لکھنے کا ایک بہت بڑا محرک ثابت ہوا۔ اس رسالہ کی صورت میں گویا آپ نے ایک چھوٹا سا ایسا کارخانہ قائم کر دیا جس میں اعلیٰ پایہ کے لکھنے والے تیار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی آئندہ تصنیفی ضروریات کے لئے لکھنے والوں کی ایک نہایت قابل کھیپ تیار ہوگئی۔ یہ رسالہ صرف تجربہ گاہ ہی نہیں تھا بلکہ خود حضرت صاحبزادہ صاحب کے مضامین اور سلسلہ کے بعض دیگر صاحب قلم حضرات کے دقیق تحقیقی مضامین کی وجہ سے اس کے معیار کا شہرہ دور دور تک ہونے لگا۔

غیروں کے تبصرے

اس رسالہ میں چھپنے والے بعض مضامین اتنے بلند پایہ تھے کہ بعض غیر از جماعت اخبارات نے بھی ان کو سراہا اور اپنے صفحات کی زینت بنایا۔

چنانچہ رسالہ تشحیذ الاذہان مارچ 1909ء اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

’’اس رسالہ کے مضامین کی عمدگی کے لئے اس سے بڑھ کر کیا امر پیش کیا جاتا ہے کہ موافقین کے علاوہ مخالفین نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ اخبار وکیل امرتسر نے ایک مضمون سالم کا سالم اپنے پرچہ میں نقل کیا ہے جس کا ہیڈنگ ’’کیا تلوار کے زور سے اسلام پھیلا ہے‘‘؟ از قلم صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب‘‘۔

(تشحیذ الاذہان مارچ 1909ء ص 73)

رسالہ ’’تشحیذ الاذہان‘‘ ابھی بالکل ابتدائی حالت میں تھا کہ ایک مسلمان گریجوایٹ کے ارتداد پر آمادہ ہونے کی خبر شائع ہوئی۔ آپ نے اسے خط لکھا جواباً اس نے کچھ سوالات کئے اسی اثناء میں آپ کو آنکھوں کے آپریشن کے لئے لاہور جانا پڑا اور آپ وہ خط جواب دینے کے لئے حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب ایڈیٹر ’’تعلیم الاسلام‘‘ قادیان کو دے گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت مولانا صاحب کی آنکھیں بھی دکھنے آگئیں اور وہ جواب نہ دے سکے۔ اس لئے آپ نے آپریشن سے پہلے خود ہی ان سوالات کے مفصل جوابات تحریر فرمادیئے۔

(تشحیذ الاذہان 1906ء)

پندرہ روزہ رسالہ البیان لکھنؤ نے لکھا۔

مارچ 1906ء سے یہ رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ماہوار اردو زبان میں شائع ہوتا ہے۔ جس غرض کے لئے یہ رسالہ جاری ہوا ہے وہ نہایت اہم ہے لیکن جس طرز پر اس کی ابتداء ہوئی ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ اپنے مقصد میں ضرور اس کو کامیابی ہوگی۔ مضامین زوردار ہیں اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک پیشوائے مذہب کے گھر سے شائع ہوتا ہے اور امام وقت کے صاحبزادے اس کو ایڈٹ کرتے ہیں‘‘۔

ہفتہ وار ’’نیر اعظم‘‘ مراد آباد نے لکھا۔

’’بلامبالغہ‘‘ (-) رسالوں میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار کرنا چاہئے۔ مذہب......کو اس کے اجراء سے بہت مدد ملے گی‘‘۔

(تشحیذ الاذہان جلد اول نمبر 2 ص ج د)

مختصر تاریخ

یہ رسالہ ابتداء میں سہ ماہی تھا مگر اگلے ہی سال ماہوار کر دیا گیا اور قوم کی توقعات کے عین مطابق بہت جلد کامیاب رسالوں کی صف اول میں شمار ہونے لگا۔ اس زمانہ میں آپ کے زیر ادارت بڑے بڑے معرکۃ الآراء مضمون نکلے۔ 1914ء میں ’’تشحیذ الاذہان‘‘ کے ایڈیٹر قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکمل آف گولیکے مقرر ہوئے جنہوں نے آٹھ سال تک ادارتی فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ آخر مارچ 1922ء میں اسے ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ اردو میں مدغم کر دیا گیا۔

(الفضل 9 مارچ 1922ء ص 9)

مگر یہ رسالہ اس رنگ میں آج بھی زندہ ہے کہ جون 1957ء سے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی زیرنگرانی تشحیذ الاذہان نام کا رسالہ احمدی بچوں اور بچیوں کے لئے تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

از افاضات حضرت مصلح موعود

11 سال کی عمر میں میں نے عقیدہ کو ایمان سے بدلا

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

’’میں گیارہ سال کا تھا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں اپنے عقیدہ کو ایمان سے بدل لوں۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا، میں اپنے مکان میں کھڑا تھا کہ یکدم مجھے خیال آیا۔ کیا میں اس لئے احمدی ہوں کہ بانی سلسلہ احمدیہ میرے باپ ہیں یا اس لئے احمدی ہوں کہ احمدیت سچی ہے اور یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے۔ یہ خیال آنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس بات پر غور کر کے یہاں سے ہٹوں گا اور اگر مجھے پتہ لگ گیا کہ احمدیت سچی نہیں تو میں اپنے کمرے میں داخل نہیں ہوں گا بلکہ یہیں صحن سے باہر نکل جاؤں گا۔ یہ فیصلہ کر کے میں نے غور کرنا شروع کیا اور قدرتی طور پر اس کے نتیجہ میں بعض دلائل میرے سامنے آئے جن پر میں نے جرح کی۔ کبھی ایک دلیل دوں اور اسے توڑوں پھر دوسری دلیل دوں اور اسے رد کروں پھر تیسری دلیل دوں اور اسے توڑ دوں۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے یہ سوال میرے سامنے آیا کہ کیا محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے سچے رسول تھے؟ اور کیا میں ان کو سچا مانتا ہوں کہ میرے ماں باپ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ سچے ہیں؟ یا میں ان کو اس لئے سچا مانتا ہوں کہ مجھ پر دلائل و براہین کی رو سے یہ روشن ہو چکا ہے کہ واقع میں محمد ﷺ راستباز رسول ہیں؟

جب یہ سوال میرے سامنے آیا تو میرے دل نے کہا کہ اب میں اس امر کا بھی فیصلہ کر کے ہٹوں گا۔ اس کے بعد قدرتی طور پر خدا تعالیٰ کے متعلق میرے دل میں سوال پیدا ہوا اور میں نے کہا یہ سوال بھی حل طلب ہے کہ آیا میں خدا تعالیٰ کو یونہی عقیدہ کے طور پر مانتا ہوں یا سچ مچ یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو چکی ہے کہ دنیا کا ایک خدا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کے سوال پر بھی میں نے غور کرنا شروع کیا اور میرے دل نے کہا اگر خدا ہے تو محمد ﷺ سچے رسول ہیں اور اگر محمد ﷺ سچے رسول ہیں اور اگر حضرت مسیح موعود بھی سچے ہیں تو پھر احمدیت بھی یقیناً سچی ہے اور اگر دنیا کا کوئی خدا نہیں تو پھر ان میں سے کوئی بھی سچا نہیں اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج میں اس سوال کو حل کر کے رہوں گا اور اگر میرے دل نے یہی فیصلہ کیا کہ کوئی خدا نہیں تو پھر میں اپنے گھر میں نہیں رہوں گا بلکہ فوراً نکل جاؤں گا۔

یہ فیصلہ کر کے میں نے سوچنا شروع کر دیا اور سوچتا چلا گیا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے میں اس سوال کا کوئی معقول جواب نہ دے سکا مگر پھر بھی میں غور کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میرا دماغ تھک گیا اس وقت میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اس دن بادل نہیں تھے۔ آسمان کا جوّ نہایت ہی مصفّٰی تھا اور ستارے نہایت خوشنمائی کے ساتھ آسمان پر چمک رہے تھے۔ ایک تھکے ہوئے دماغ کے لئے اس سے زیادہ فرحت افزا کونسا نظارہ ہو سکتا تھا۔ میں نے بھی ان ستاروں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ میں انہی ستاروں میں کھو یا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب پھر میرے دماغ کو تروتازگی حاصل ہوئی تو میں نے اپنے دل میں کہا کیسے اچھے ستارے ہیں مگر ان ستاروں کے بعد کیا ہوگا؟ میرے دماغ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان کے بعد اور ستارے ہوں گے۔ پھر میں نے کہا ان کے بعد کیا ہوگا؟ اس کا جواب بھی میرے دل نے یہی دیا کہ ان کے بعد اور ستارے ہوں گے۔ پھر میرے دل نے کہا اچھا تو پھر ان کے بعد کیا ہوگا؟ میرے دماغ نے پھر یہی جواب دیا کہ ان کے بعد اور ستارے ہوں گے۔ میں نے کہا اچھا تو پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس کا پھر وہی جواب میرے دل اور دماغ نے دیا کہ کچھ اور ستارے ہوں گے۔ تب میرے دل نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے اور تیسرے کے بعد چوتھے ستارے ہوں۔ کیا یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوگا؟ اگر ختم ہوگا تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ یہی وہ سوال ہے جس کے متعلق اکثر لوگ حیران رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ہم جو کہتے ہیں کہ خدا غیر محدود ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ اور ہم جو کہتے ہیں خدا ابدی ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ آخر کوئی نہ کوئی حد ہونی چاہئے۔ یہی سوال میرے دل میں ستاروں کے متعلق پیدا ہوا اور میں نے کہا آخر یہ کہیں ختم بھی ہوتے ہیں یا نہیں اور اگر ہوتے ہیں تو اس کے بعد کیا ہے اور اگر ختم نہیں ہوتے تو یہ کیا سلسلہ ہے جس کا کوئی انتہاء نہیں۔

جب میرا دماغ یہاں تک پہنچا تو میں نے کہا خدا کی ہستی کے متعلق محدود اور غیر محدود کا سوال بالکل لغو ہے۔ تم خدا تعالیٰ کو جانے دو، تم ان ستاروں کے متعلق کیا کہو گے۔ میری آنکھوں کے سامنے یہ پڑے ہیں اگر ہم ان کو محدود کہتے ہیں تو محدود وہ ہوتا ہے جس کے بعد دوسری چیز شروع ہو جائے۔ پس سوال یہ ہے کہ اگر یہ محدود ہیں تو ان کے بعد کیا ہے؟ اور پھر اگر وہ بھی محدود رہے تو اس کے بعد کیا ہے؟ اور اگر کہو کہ یہ غیر محدود ہیں تو اگر ستاروں کی غیر محدودیت کا انسان قائل ہو سکتا ہے تو خدا تعالیٰ کی غیر محدودیت کا کیوں قائل نہیں ہو سکتا۔ تب میرے دل نے کہا کہ ہاں واقع میں خدا موجود ہے کیونکہ اس نے قانون قدرت میں وہی اعتراض رکھ دیا ہے جو اس کی ذات پر پیدا ہوتا ہے اور اس نے بتا دیا ہے کہ تم مجھے غیر مرئی چیز سمجھ کر اگر یہ اعتراض کرتے ہو تو پھر وہ چیزیں جو تمہیں نظر آ رہی ہیں ان کے متعلق تمہارا کیا جواب ہے؟ جبکہ وہی اعتراض جو تم مجھ پر کرتے ہو ان پر بھی عائد ہوتا ہے اور تمہارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ تم خدا تعالیٰ کے متعلق تو بے تکلفی سے یہ کہہ دو گے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ وہ غیر محدود ہے؟ مگر کیا یہ ستارے غیر محدود نہیں؟ اگر ہیں تو غیر محدود کی تمہیں سمجھ آ گئی اور اگر محدود ہیں تو پھر ان کے بعد کیا ہے؟ اور اس کے بعد کیا ہے؟ اگر تم سمجھتے ہو کہ فضائے آسمانی میں غیر محدود سیارے اور ستارے ہیں تو خدا تعالیٰ پر سے اعتراض دور ہو گیا اور اگر یہ محدود ہیں تو اس محدود کا محدد کون ہے؟ اور جب اس کا محدد خدا ہے تو خدا کا وجود ثابت ہو گیا۔ تب میں نے سمجھا کہ وہ اعتراض ہی غلط ہے جو خدا تعالیٰ کے متعلق کیا جاتا ہے اور میں نے یقین کیا کہ وہ موجود ہے اور جب مجھے یہ یقین حاصل ہو گیا کہ وہ موجود ہے تو میں نے کہا محمد ﷺ بھی خدا کے رسول ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ ان کی اتباع کئے بغیر کوئی شخص نجات حاصل کر سکے اور جب محمد ﷺ کی رسالت پر مجھے یقین پیدا ہوا تو میں نے کہا حضرت مسیح موعود بھی سچے ہیں اور یقیناً ہمارا سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔ تب اس فیصلہ کے بعد گیارہ ساڑھے گیارہ بجے میں اپنے بستر پر لیٹا۔

تو ایمان انسان کو خود حاصل کرنا پڑتا ہے مگر عقیدہ انسان کو ورثہ میں بھی مل جاتا ہے لیکن عقیدہ نفع نہیں دیتا۔ اگر دیتا ہے تو ایمان ہی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کے اندر ایمان پیدا نہیں کرتے محض عقائد سکھا دینے پر اکتفا کرتے ہیں ان کی نسلوں میں سے دین آخر مٹ جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں چونکہ ان کو یہ رٹا دیا گیا ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ اس لئے دین ان کے اندر داخل ہو گیا۔ حالانکہ یہ عقیدہ ہے جو وہ انہیں سکھاتے ہیں ایمان تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جب وہ خود غور کریں اور اپنے طور پر فیصلہ کریں کہ واقع میں یہ باتیں صحیح ہیں۔ کئی لوگ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے اپنی اولاد خدمت دین کے لئے وقف کر دی ہے۔ میں انہیں ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں کہ جزاکم اللہ آپ کو اس کا ثواب ہو گیا مگر اپنے آپ کو وقف کرنا بیٹے کا کام ہے باپ کا نہیں۔ باپ اگر کہہ بھی دے کہ میں اپنے بیٹے کی زندگی وقف کرتا ہوں مگر بیٹا یہ کہے کہ میں دنیا کماؤں گا تو ہم ایسے وقف سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اگر ایسے شخص کو زبردستی دین کے کام پر لگایا بھی جائے گا تو دین میں رخنہ پیدا ہونے کے سوا اور کیا ہوگا۔ تو اگر کوئی شخص اپنے بچہ کے متعلق یہ کہے کہ میں اسے وقف کرتا ہوں تو میں اسے یہی کہا کرتا ہوں کہ جزاک اللہ مگر وقف کا زمانہ اس کا اسی وقت سے شروع ہوگا جب یہ خود جوان ہو کر کہے گا کہ میں اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کرتا ہوں۔ تو ایمان اور ذاتی طور پر کسب کئے ہوئے یقین کے بغیر دنیا میں کبھی کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ورنہ رسمی طور پر جو باتیں عقائد میں شامل ہوتی ہیں وہ انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا کرتیں‘‘۔

☆............☆............☆

حضرت مصلح موعود کا دنیا کے کونے کونے میں بیوت الذکر کی تعمیر کا عزم

بیوت الذکر کی تعمیر کی اغراض، مقاصد اور تحاریک

مکرم طارق حیات صاحب

ایک نہایت عیالدار شخص کھانے کی میز پر اپنے اہل خانہ کے ساتھ موجود ہے، ہر سال کی طرح متفرق ذرائع آمدن سے رقوم کی توقع ہے۔ معزز قارئین! اس منظر کو سوچ کر دنیا دار ذہن رکھنے والا فرد فوراً کہے گا کہ مذکورہ بالا شخص اپنی بیگمات اور بچوں کے لئے ہی کچھ مزید خریدنے کا خواہاں ہوگا۔ لیکن صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ والد محترم حضرت سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود کی حیات مبارکہ کا ہر سال ایسا ہوتا تھا کہ جب کسی جگہ سے رقم کی توقع ہوتی تو آپ احمدیوں کے لئے نئی بیت کی تعمیر کی اپنی دلی خواہش کا ذکر کرتے، راوی بتاتا ہے کہ میرا یہ مشاہدہ صرف ایک آدھ بار کا نہیں ہے، بلکہ یہ آپ کی مسلسل تمنا تھی اور بے اختیار زبان پر آتا تھا کہ اگر امسال سندھ والی زمین سے مجھے آمدن ہوئی تو میں فلاں جگہ (بیت الذکر) بنواؤں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام! حضرت مصلح موعود کی عظیم الشان شخصیت کا یہ انمٹ نقش دراصل حضرت مسیح موعود کے اس پیغام سے پھوٹا تھا، جس میں آپ نے نہایت سادہ الفاظ میں الٰہی جماعتوں کو کامیابی کا آسان ٹوٹکا عطا فرمایا کہ

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''اس وقت ہماری جماعت کو (بیوت الذکر) کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانۂ خدا ہوتا ہے جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی (بیت الذکر) قائم ہوگی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں (-) کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں (دین حق) کی ترقی کرنی ہو تو ایک (بیت الذکر) بنا دینی چاہئے پھر خدا خود...... کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قیام (بیت الذکر) میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض لِلّٰہ اسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو، تب خدا برکت دے گا۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ (بیت الذکر) مرصع اور پکی عمارت کی ہو۔ بلکہ صرف زمین روک لینی چاہئے اور وہاں (بیت الذکر) کی حد بندی کر دینی چاہئے اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر وغیرہ ڈال دو کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالیٰ تکلفات کو پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چند کھجوروں کی شاخوں کی تھی اور اسی طرح چلی آئی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اس لئے کہ ان کو عمارت کا شوق تھا اپنے زمانہ میں اسے پختہ بنوایا۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اور عثمانؓ کا قافیہ خوب ملتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتوں کا شوق تھا۔

غرضیکہ جماعت کی اپنی (بیت الذکر) ہونی چاہئے جس میں اپنی جماعت کا امام ہو اور وعظ وغیرہ کرے اور جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ سب مل کر اسی (بیت الذکر) میں نماز باجماعت ادا کیا کریں جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ہے کہ اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہئے اور ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہئے جو کہ پھوٹ کا باعث ہوتی ہیں''۔

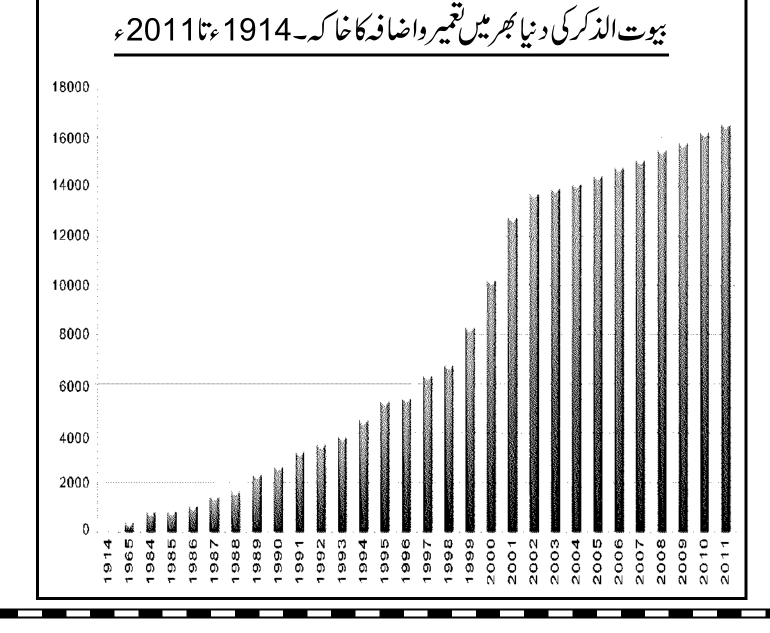
حضرت مصلح موعود خوب سمجھتے تھے کہ یہ بیوت الذکر مظہر اسرار الٰہی ہوتی ہیں، حضرت اقدس مسیح موعود کی ذریت و نسل، حسن و احسان میں آپ کے نظیر، مقدس وجود کے رگ و ریشہ میں توحید باری تعالیٰ کے قیام، خانہ خدا کی تعمیر و آبادی کی مسلسل آرزو تھی، اور خدائے واحد کو یہ ادا اتنی بھائی اور اس قادر خدا نے حضرت مصلح موعود کی ان تھک کاوشوں کو قبول کیا، آپ کے لگائے ہوئے چھوٹے چھوٹے پودوں کو تناور درخت بنا دیا، جہاں ایک ملک میں کرایہ کا مکان لے کر نماز پڑھنا معجزہ نظر آتا تھا آج وہاں 100 (بیوت الذکر) کی باتیں زبان زد عام ہیں، الغرض اللہ تعالیٰ نے ان بظاہر حقیر مگر نہایت پرخلوص کوششوں میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ اب دنیا کے مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کے مراکز و بیوت الذکر کی تعداد اس ایک نامکمل سے چارٹ سے بھی عیاں ہے۔

تعمیر بیوت الذکر کیلئے مساعی

معزز قارئین! ایسا ہونا مقدر تھا کیونکہ نوشتوں میں درج تھا کہ وہ ابن مہدی، مصلح موعود، وہ مسیح موعود کی سلطنت کا وارث، نہ تھکے گا، نہ ماند ہوگا اور نہ ہمت چھوڑے گا، یہاں تک کہ وہ زمین پر خدا کی عدالت قائم نہ کر دے، لوگوں کے دل پاک کرے، لوگوں کو باخدا انسان بنائے، انہیں اپنے خالق کا عاشق و متوالا بنائے۔

تعمیر بیوت الذکر کے حوالہ سے حضرت مصلح موعود کے مقدس عہد کا خلاصہ دیکھیں تو اس دور میں برصغیر (موجودہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، وغیرہ) سے باہر 318 بیوت الذکر کی تعمیر مکمل ہوئی، یہ بیوت الذکر اور جماعتی عمارات دنیا کے تمام بڑے بڑے اور اہم ممالک میں تھے جیسے امریکہ، برطانیہ، جرمنی، انڈونیشیا، ہالینڈ، ڈنمارک اور متعدد افریقی ممالک۔ نیز قادیان دارالامان اور ربوہ میں متعدد بیوت الذکر کی تعمیر ہوئی اور ''وسع مکانك'' کے تحت غیر معمولی توسیع کا کام مکمل ہوا۔

اس تعمیر بیوت الذکر کے جائزہ میں آگے بڑھیں تو نظر آئے گا کہ آپ نے تعمیر بیوت الذکر کی بیسیوں تحریکات فرمائیں اور تاریخ (دین حق) میں ایک انوکھی نظیر بھی سامنے آئی کہ (بیت الذکر) کی تعمیر ہو اور اس کے لئے تمام تر مالی قربانی احمدی خواتین کی طرف سے ہو۔ بیوت الذکر سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ 1930ء کی دہائی میں اپنی صحت کے مسائل کے باوجود آپ قادیان سے لائلپور (موجودہ نام فیصل آباد) تک کا دشوار سفر کر کے محض نئی تعمیر شدہ بیت الذکر کے افتتاح کے لئے پہنچے، الغرض آپ کے دور مبارک میں 164 واقفین زندگی مجاہدین اپنا سب کچھ چھوڑ کر دین کی سربلندی کے لئے ہندوستان سے باہر نکلے اور ہر ایک نے اپنے اپنے ملک میں تعمیر بیت الذکر کے لئے از حد کوشش کی کیونکہ ان سب کو ان کے آقا و مطاع کی طرف سے یہی خاص حکم تھا۔ خلافت ثانیہ میں مجموعی طور پر 46 ممالک میں جماعت کو آپ کی قیادت میں جماعتی مراکز قائم کرنے کی سعادت ملی، بیرونی ممالک میں 311 بیوت الذکر کی تعمیر مکمل ہوئی، یوں روئے زمین کے مختلف خطوں میں ان بیوت الذکر کے میناروں سے صبح و شام توحید کی منادی ہونے لگی، دعوت الی اللہ کے سامان میسر آ گئے۔



تعمیر و آبادکاری

بیوت الذکر کی اہمیت

اب ذیل میں حضرت مصلح موعود کے تعمیر و آبادکاری بیت الذکر کے حوالہ سے بعض ارشادات درج ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''(بیوت الذکر) تقویٰ کے قیام کے لئے قائم کی گئی ہیں۔ نہ کہ قانون شکنی کے لئے۔ اگر (بیت الذکر) میں بھی قانون شکنی کے اڈے بن جائیں تو پھر شیطان کے لئے تو کوئی گھر بھی بند نہیں رہتا۔ جن گھروں کو خدا تعالیٰ نے امن کے لئے، تسکین قلوب کے لئے، روحانیت کے لئے، تقویٰ کے قیام کے لئے، تعاون اور اتحاد باہمی کے لئے بنایا ہے ان گھروں کو مومنوں میں فتنہ ڈلوانے کا ذریعہ بنانا یا ان گھروں کو حکومت سے بغاوت کرنے کا ذریعہ بنانا یا ان گھروں کو فتنہ و فساد کی بنیاد رکھنے کی جگہ بنانا ایک خطرناک ظلم ہے جس کی (دین حق) کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتا۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''(بیوت الذکر) میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ اگر تمام اقوام اس بات پر عمل کرنے لگ جائیں تو تمام باہمی جھگڑے ختم ہو جائیں۔ اگر ہر قوم اپنے معبد میں دوسروں کو آنے اور وہاں عبادت اور ذکر الٰہی کرنے کی اجازت دے دے تو کبھی آپس میں مناقشت اور جھگڑا پیدا نہ ہو اور دنیا میں ہر طرف امن قائم ہو جائے۔ ...... کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اعمال پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا وہ اس تعلیم پر پوری طرح عمل کرتے ہیں جو قرآن کریم دیتا ہے اور جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا یا اس کے خلاف اپنے خود ساختہ اصول پر عمل کر رہے ہیں۔''

مزید فرماتے ہیں:

''(بیوت الذکر) اور معابد بنانے کی صرف ایک ہی غرض ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی جائے پس جو شخص اِن میں لوگوں کو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکتا ہے وہ دنیا کی نگاہ میں اپنے لئے ذلت اور رسوائی کے سامان پیدا کرتا ہے جو اس فعل کی ایک طبعی سزا ہے''۔

فرمایا:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مساجد کو صاف رکھو اور اس میں عود وغیرہ جلاتے رہو اور اس سے باطنی صفائی بھی مراد ہو سکتی ہے یعنی مسجد کی حرمت کا خیال رکھو۔ اور اس میں بیٹھنے کے

بعد لغویات سے کنارہ کش رہو۔ افسوس ہے کہ آجکل (بیوت الذکر) میں ذکر الٰہی کرنے کی بجائے لوگ اِدھر اُدھر کی گپیں ہانکتے رہتے ہیں حالانکہ (بیوت الذکر) خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں بیشک ضرورت محسوس ہونے پر مذہبی، سیاسی قضائی اور تمدنی امور پر بھی (بیوت الذکر) میں گفتگو کی جا سکتی ہے لیکن (بیوت الذکر) میں بیٹھ کر گپیں ہانکنا اور اِدھر اُدھر کی فضول باتیں کرنا سخت ناپسندیدہ امر ہے۔ نوجوانوں کو خصوصیت کے ساتھ اس بارہ میں محتاط رہنا چاہئے‘‘۔

آپ فرماتے ہیں:

’’بت پرستوں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بت بنانے کی ایک بڑی وجہ لوگوں میں عزت اور شہرت حاصل کرنے کی تمنا ہوا کرتی تھی۔ وہ لوگ بڑے بڑے بت بناتے تھے۔ جیسے مصریوں نے ابوالہول بنایا۔ سینکڑوں فٹ اونچا ہے اور ساری دنیا میں اس کی شہرت ہے۔ دور دور سے لوگ آتے اور اس کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ گویا خالی بت نہیں بلکہ وہ ایسی شان کا بت بناتے تھے کہ اس کی طرف خود بخود توجہ پھر جاتی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ فلاں بت بڑا عظیم الشان ہے۔ یا ان کے ایسے ایسے شاندار معبد بناتے تھے کہ دیکھنے والے دیکھتے اور حیران ہو کر رہ جاتے۔ پھر ان بتوں پر میلے کئے جاتے۔ ہزاروں ہزار روپیہ خرچ کیا جاتا اور وہ اپنے ہمسایوں پر فخر کرتے کہ ہم نے کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ مثلاً سومنات کا بت بنایا اور اس پر لاکھوں روپیہ خرچ کر دیا۔ اب ایک دیکھنے والا جب بت کو دیکھتا ہے کہ اس کی آنکھیں ہیرے کی ہیں۔ اس کے سر پر تاج ہے۔ اس کے ہاتھ میں سونے کا گُرز ہے اور اس کا قد اتنا بڑا ہے کہ سر چھت سے لگا ہوا ہے تو وہ مرعوب ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جتنا سونا اور چاندی اور ہیرے اور جواہرات اس بت کے پاس ہیں اتنی دولت تو میری سات پشتوں کے پاس بھی نہیں ہو سکتی۔ پس اس پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ اور بت بنانے والوں کی عظمت کا اسے قائل ہونا پڑتا ہے۔ پس چونکہ بُت پرست بڑے بڑے بُت بناتے تھے اور پھر اپنے ہمسایوں پر فخر کرتے تھے کہ ہم نے اتنا روپیہ خرچ کیا ہے اور جتنا زیادہ وہ روپیہ خرچ کرتے تھے اتنی ہی ان کی عزت بڑھتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وَاتَّخِذُوْا ...... فرما کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ خدا کے بنانے پر تو ان کو کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا کیونکہ وہ ازل سے موجود ہے۔ یہ لوگ صرف اپنی عزت اور شہرت کے لئے بڑے بڑے بت بناتے ہیں۔ ان پر سونا اور چاندی اور ہیرے اور جواہرات خرچ کرتے ہیں اور ان کے بڑے بڑے معبد بناتے ہیں تا کہ لوگوں میں فخر کر سکیں کہ ہمارا معبد اتنا شاندار ہے۔ ہمارا بت اتنا بڑا ہے اور ہم نے اس پر اتنا روپیہ خرچ کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلامی مساجد کو دیکھو کہ وہ کتنی سادہ ہوتی ہیں۔ خانۂ کعبہ کتنی سادگی کا مظہر ہے۔ خود رسول کریم ﷺ کی قبر کتنی سادہ ہے۔ ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جائے گا وہ خالص خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے جائے گا۔ ہیرے اور جواہرات اور سونے اور چاندی کے لئے نہیں جائے گا۔ اسی طرح جو شخص رسول کریم ﷺ کی قبر پر دعا کرنے کے لئے جائے گا وہ صرف عقیدت اور محبت کے جذبات کے ساتھ وہاں جائے گا۔ کوئی بلند و بالا اور شاندار عمارت دیکھنے کے لئے وہاں نہیں جائے گا۔

بیوت الذکر کے قیام کی اغراض

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 27 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اس آیت میں (بیوت الذکر) کی تین اہم اغراض بیان کی گئی ہیں۔

اول۔ (بیوت الذکر) اس لئے بنائی جاتی ہیں کہ مسافران سے فائدہ اٹھائیں۔

دوم۔ (بیوت الذکر) اس لئے بنائی جاتی ہیں کہ شہر میں رہنے والے ان سے فائدہ اٹھائیں۔

سوم۔ (بیوت الذکر) اس لئے بنائی جاتی ہیں کہ رکوع و سجود کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے والے اور توحید کامل پر قائم لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

مسافر تو (بیت الذکر) سے اس رنگ میں فائدہ اٹھا سکتا ہے کہ اگر اسے کوئی اور ٹھکانہ نہ ملے تو وہ اس میں چند روز قیام کر کے رہائش کی دقتوں سے بچ سکتا ہے اور مقیم اس رنگ میں فائدہ اٹھا سکتا ہے کہ (بیت الذکر) شور و شغب سے محفوظ مقام ہوتا ہے۔ وہ اس میں بیٹھ کر اطمینان اور سکون سے دعائیں کر سکتا اور اپنے رب سے مناجات کر سکتا ہے اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے دین کے لئے وقف کر دیتے ہیں ان کا اصل ٹھکانہ تو (بیوت الذکر) ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ (بیت الذکر) مومنوں کے اجتماع کا مقام ہوتی ہے اور دعاؤں اور ذکر الٰہی کی جگہ ہوتی ہے۔ ایسے مقام سے کوئی سچا عشق اور تعلق رکھنے والا انسان جدا ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ امر بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ ذکر الٰہی کے قائم مقام وہ تمام کام بھی ہیں جو قومی فائدہ کے ہوں۔ خواہ وہ قضاء کے متعلق ہوں یا جھگڑوں اور فسادات کے متعلق ہوں یا تعلیم کے متعلق ہوں یا کسی اور رنگ میں مسلمانوں کی ترقی اور ان کے تنزل کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ کو اگر دیکھا جائے تو لڑائیوں کے فیصلے بھی مسجد میں ہوتے تھے۔ قضاء بھی وہیں ہوتی تھی۔ تعلیم بھی وہیں ہوتی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ (بیوت الذکر) صرف اللہ اللہ کرنے کے لئے ہی نہیں بلکہ بعض دوسرے کام بھی جو قومی ضرورتوں سے تعلق رکھتے ہیں (بیوت الذکر) میں کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ (دین حق) میں ذکر الٰہی صرف اس بات کا نام نہیں کہ انسان سبحان اللہ سبحان اللہ کہتا رہے بلکہ اگر کوئی بیوہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ بھی دین ہے اگر کوئی یتیم کی پرورش کرتا ہے تو وہ بھی دین ہے۔ اگر کوئی شخص قوم کی خدمت کرتا ہے تو وہ بھی دین ہے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کے جھگڑے دور کرتا اور ان میں صلح کراتا ہے تو یہ بھی دین ہے۔ پس وہ تمام کام جن سے قوم کو فائدہ پہنچے اور قوم کے اخلاق اور اس کی دنیوی حالت کو اونچا کریں ذکر الٰہی میں شامل ہیں اور ان کا (بیوت الذکر) میں کرنا جائز ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اگر کوئی مہمان آ جاتا تو آپؐ مسجد میں ہی صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرماتے کہ فلاں مہمان آیا ہے تم میں سے کون اسے ساتھ لے جائے گا۔ اب بظاہر یہ روٹی کا سوال تھا۔ لیکن درحقیقت دین تھا۔ اس لئے کہ اس سے ایک دینی ضرورت پوری ہوتی تھی۔ لوگوں نے غلطی سے دین کے معنوں کو بہت محدود کر دیا ہے۔ حالانکہ دین اس لئے نازل ہوا ہے کہ انسان کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے اور خدا تعالیٰ بغیر کسی خدمت کے بندہ سے نہیں ملتا۔ بلکہ وہ یتیم کی پرورش کرنے سے ملتا ہے۔ وہ بیوہ کی خدمت کرنے سے ملتا ہے۔ وہ کافر کو تبلیغ کرنے سے ملتا ہے۔ وہ مومن کو مصیبت سے نجات دلانے سے ملتا ہے۔ پس ان باتوں کا اگر (بیت الذکر) میں ذکر کیا جاتا ہے تو یہ دنیا نہیں بلکہ دین کا ہی حصہ ہوگا۔ ہاں (بیوت الذکر) میں خالص ذاتی کاموں کے متعلق باتیں کرنا منع ہے۔ مثلاً اگر تم کسی سے پوچھتے ہو کہ تمہاری بیٹی کی شادی کا کیا فیصلہ ہوا یا کہتے ہو کہ میری ترقی کا جھگڑا ہے افسر نہیں مانتے تو یہ باتیں (بیت الذکر) میں جائز نہیں ہوں گی۔ سوائے امام کے کہ اس پر تمام قوم کی ذمہ واری ہوتی ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ ضرورت محسوس ہونے پر ان امور کے متعلق بھی لوگوں سے باتیں کرے۔ بہرحال (بیت الذکر) میں خالص ذاتی کاموں کے متعلق باتیں کرنا منع ہے۔ مثلاً رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو وہ اس کے متعلق مسجد میں اعلان نہ کرے......

پس (بیوت الذکر) صرف ذکر الٰہی کے لئے ہیں لیکن ذکر الٰہی ان تمام باتوں پر مشتمل ہے جو انسان کی ملّی، سیاسی، علمی اور قومی برتری اور ترقی کے لئے ہوں۔ لیکن وہ تمام باتیں جو لڑائی دنگہ فساد یا قانون شکنی سے تعلق رکھتی ہوں خواہ ان کا نام ملّی رکھ لو یا سیاسی، قومی رکھ لو یا دینی ان کا (بیوت الذکر) میں کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح (بیوت الذکر) میں ذاتی امور کے متعلق باتیں کرنا بھی منع ہے۔ کیونکہ (دین حق) (بیوت الذکر) کو بیت اللہ قرار دیتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مخصوص قرار دیتا ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

’’(بیت الذکر) کسی خاص فرد کے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس میں غریب اور امیر اور مشرقی اور مغربی کا کوئی امتیاز نہیں۔ اس کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے۔ اس کے لئے بھی جو اس میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کے لئے بھی جو جنگلوں میں رہتا ہے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک عیسائی قبیلہ رسول کریم ﷺ سے مذہبی تبادلہ خیالات کرنے کے لئے آیا جس میں ان کے بڑے بڑے پادری بھی شامل تھے۔ مسجد میں گفتگو شروع ہوئی اور گفتگو لمبی ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے وہ اتوار کا دن تھا جو عیسائیوں میں عبادت کا دن ہے۔ جب ان کی نماز کا وقت آ گیا تو اس قافلہ کے ایک پادری نے کہا کہ اب ہماری عبادت کا وقت ہے آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم باہر جا کر نماز ادا کر آئیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ آپ لوگوں کو باہر جانے کی کیا ضرورت ہے ہماری مسجد میں ہی عبادت کر لیں۔ آخر ہماری مسجد بھی خدا تعالیٰ کے ذکر کے لئے ہی بنائی گئی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے طریق کے مطابق مسجد نبوی میں ہی عبادت کی.......

یہ تاریخی واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ (دین حق) کے نزدیک (بیت الذکر) کا دروازہ ہر مذہب و ملت کے شرفاء کے لئے کھلا ہے اور وہ اپنے اپنے طریق کے مطابق اس میں عبادت بجا لا سکتے ہیں۔

پھر عبادات میں مساوات قائم کرنے کے لئے (دین حق) نے امامت کے لئے بھی کسی خاندان یا کسی خاص قوم کی خصوصیت نہیں رکھی۔ عیسائیوں میں مقررہ پادری کے سوا کوئی دوسرا آدمی نماز نہیں پڑھا سکتا۔ سکھوں میں گرنتھی کے سوا دوسرا شخص گرنتھ صاحب کا پاٹھ نہیں کرا سکتا لیکن (دین حق) پادریوں اور پنڈتوں کا قائل نہیں۔ وہ ہر نیک انسان کو خدا تعالیٰ کا نمائندہ سمجھتا ہے اور ہر نیک انسان کو نماز میں راہنمائی کا حق دیتا ہے۔ پھر غریب اور امیر (بیت الذکر) میں ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک جج اور ایک ملزم اور ایک جرنیل اور ایک سپاہی پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں اور کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ انگریزوں کے گرجوں میں مختلف سیٹوں پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ یہ جگہ فلاں لاٹ صاحب کے لئے ہے اور یہ فلاں خاندان کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن مسلمانوں میں اس قسم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا کیونکہ (بیت الذکر) میں (دین حق) نے ہر ایک کو برابر کا حق دیا ہے۔

مَیں جب عرب ممالک میں گیا تو اس وقت مَیں نے دیکھا کہ ایک مسجد کی ایک جہت میں ایک حجرہ بنا ہوا تھا۔ اور اس کے ارد گرد کٹہرا لگا ہوا تھا۔ مَیں نے بعض لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ پرانے زمانہ میں جب بادشاہ آتے تھے تو وہ اس حجرہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ ایک دفعہ کوئی بادشاہ آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک جھاڑو دینے والا بیٹھ گیا۔ اس کے نوکروں نے اسے ہٹانا چاہا تو سب مسلمان اور قاضی پیچھے پڑ گئے اور انہوں نے کہا یہ خدا کی مسجد ہے یہاں چھوٹے اور بڑے کا کوئی سوال نہیں۔ مسجد میں اگر کوئی بڑے سے بڑا آدمی

بھی بیٹھا ہو تو اس کے ساتھ اس دن کا نومسلم جو خاکروبوں یا سانسیوں میں سے آیا ہو کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے چاہے وہ بڑا آدمی بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس کو نہ اٹھایا گیا۔ مگر بادشاہ پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے جگہ بدل کر پیچھے کی طرف اپنے لئے حجرہ بنوالیا۔ میں نے جب یہ واقعہ سنا تو اپنے دل میں کہا کہ (دین حق) کے ایک حکم کی بے حرمتی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے آئندہ اس سے مسجد میں نماز پڑھنے کی توفیق ہی چھین لی۔ کیونکہ جس جگہ حجرہ بنایا گیا تھا وہ مسجد کا حصہ نہیں تھا۔ بہرحال (دین حق) نے مساجد میں بڑے اور چھوٹے کا کوئی امتیاز نہیں رکھا اور اس طرح بنی نوع انسان میں اس نے ایک بے نظیر مساوات قائم کر دی ہے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''(بیت الذکر) میں پانچوں وقت نماز کے لئے جانا ایسی چیز ہے جو بنی نوع انسان کو ذاتی فائدہ پہنچانے والی چیز ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی رہتی ہے اور (مومن) تنظیمی رنگ میں اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''(بیوت الذکر) خدا کا گھر کہلاتی ہیں اور (بیوت الذکر) وہ مقام ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں مگر لوگ جب (بیوت الذکر) میں آتے ہیں تو وہ ہزار قسم کی بکواس کرتے ہیں، آپس میں دنیوی معاملات پر لڑتے جھگڑتے ہیں، ایک دوسرے کو جوش میں گالیاں بھی دے دیتے ہیں، غیبت بھی کر لیتے ہیں اور انہیں ذرا بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے گھر میں بیٹھ کر کس قسم کی شرمناک حرکات کر رہے ہیں۔ انہیں تو چاہئے تھا کہ وہ جب تک (بیوت الذکر) میں رہتے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ان کی زبانیں تر رہتیں مگر وہ بجائے ذکر الٰہی کرنے کے دنیوی امور میں اپنے قیمتی وقت کو ضائع کر کے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے مرتکب بن جاتے ہیں۔''

فرمایا:

''یورپ کی تمام اقوام میں سے انگلستان کے لوگوں کو مذہب کا بہت خیال ہے۔ دنیا میں جس قدر عیسائی مذہب انگلستان کے ذریعہ پھیلا ہے اس کے مقابلہ میں دوسرے ممالک کے ذریعہ بہت کم عیسائیت کی تبلیغ ہوئی ہے۔ امریکہ کی آبادی بھی آدھی سے زیادہ انگریز ہے۔ چین، جاپان اور افریقہ وغیرہ ملکوں میں کروڑوں اور ہندوستان میں لاکھوں لوگ انگریزوں کے ذریعہ عیسائیت میں داخل ہوئے ہیں۔ پس انگلستان جو عیسائیت کا گڑھ ہے۔ اس پر ہم نے حملہ کیا ہے۔ یعنی ہمارے (مربی) وہاں پہنچے ہیں۔ ہمارے حملے لوہے کی تلوار سے نہیں بلکہ دلائل کی تلوار سے ہیں وہ ہمارے مذہبی مخالفوں کا قلعہ ہے۔ وہاں ہم نے سپاہی بھیجے ہیں۔ ان کے لئے سامان کی ضرورت ہے۔ سامان میں سب سے پہلے قلعہ کے مقابلہ میں قلعہ ہی ہونا چاہئے۔ یہ قاعدہ ہے کہ مورچہ کے مقابلہ میں جب تک مورچہ نہ ہو تو کامیاب مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جو فوج میدان میں ہو وہ مورچہ بند فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر ہمارے (مربیان) نے وہاں (بیت الذکر) بنانے کی تحریک کی ہے اور مذہب کا قلعہ (بیت) ہی ہوتی ہے جس کے مناروں سے پانچ وقت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اہلِ باطل پر گولے پھینکے جاتے ہیں۔''

آپ فرماتے ہیں:

''(بیت الذکر) خدا کا گھر ہے اور جو شخص (بیت الذکر) بنانے کے بعد یہ کہتا ہے کہ اسے ہم نے بنایا اور یہ ہماری ہے وہ گویا خدا کے گھر کو اپنا گھر قرار دیتا ہے۔ دنیا میں اگر کوئی شخص کسی معمولی آدمی کے گھر کو بھی کہے کہ یہ میرا گھر ہے تو وہ مجرم سمجھا جاتا ہے اس سے اندازہ کر لو کہ جو شخص خدا کے نام پر ایک گھر بنائے اور پھر اسے اپنا قرار دے، وہ کتنی بڑی سزا کا مستحق ہوگا۔...... دوسرے لوگ مساجد بناتے ہیں مگر باہر بورڈ لگا دیتے ہیں کہ یہاں کوئی شیعہ، احمدی، وہابی نہ آئے مگر وہ دھوکا خوردہ ہیں۔ وہ خدا کے نام پر مساجد بناتے ہیں مگر پھر اس پر اپنا قبضہ کر لیتے ہیں۔ تم بھی اگر ایسا ہی کرو گے تو خدا کے فضل کو حاصل نہیں کر سکو گے۔ تمہارا بورڈ یہی ہونا چاہئے کہ یہ خدا کا گھر ہے، جس کا جی چاہے یہاں آ کر اس کا نام لے سکتا ہے۔ خواہ وہ کسی رنگ میں عبادت کرے، ہم خوش ہوں گے۔ ...... ہاں (بیوت الذکر) کے انتظام کے لئے ایک جماعت ذمہ دار ہوتی ہے وہ انتظامی طور پر دخل دے سکتی ہے۔ مثلاً اگر وہ دیکھے کہ شور پڑتا ہے تو مختلف لوگوں کی عبادت کے لئے علیحدہ علیحدہ وقت مقرر کر سکتی ہے۔ یا اگر کوئی کسی چیز کو خراب کرے تو اسے روک سکتی ہے۔ ایسے انتظامی معاملات میں دخل دینے کا آپ کو بھی حق ہے لیکن اگر عبادت کے معاملہ میں کوئی رکاوٹ پیدا کی گئی تو یہ (بیت الذکر) پھر خدا کا گھر نہیں بلکہ بندوں کی ایک جگہ ہوگی اور اس صورت میں آپ لوگوں کے لئے کسی برکت کا موجب نہیں ہو سکتی۔

...... میں یہ بتا کر کہ یہ خدا کا گھر ہے اور اس میں ہر شخص کو عبادت کرنے کی اجازت ہونی چاہئے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ اور یہاں بھی میں نے بتا دیا ہے کہ (بیوت الذکر) خدا کا ذکر بلند کرنے کے لئے ہوتی ہیں ہر ایک کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہونا چاہئے۔ آپ کا کام صرف یہ ہے کہ اسے صاف رکھیں جیسا کہ ابراہیمی دعاؤں سے پتہ لگتا ہے، اس کی آبادی کے لئے کوشش کرتے رہیں، اسے گندہ نہ ہونے دیں، باجماعت نماز کا اہتمام کریں، جہاں (بیت الذکر) ہو وہاں ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں، نہ ہونے کی صورت میں تو یہ عذر ایک حد تک ہو سکتا ہے کہ (بیت الذکر) نہ تھی لیکن (بیت الذکر) بن جانے کے بعد باجماعت نماز میں ہرگز سستی نہیں ہونی چاہئے۔ پس اپنے گھر کی آبادی کے لئے جو کوشش کرتے ہو، وہی اس کے لئے بھی کرو۔ کوئی شخص مکان بنانے کے بعد اسے خالی نہیں چھوڑ دیتا بلکہ رات دن اس میں رہتا ہے اور عقلمند کو اگر زیادہ عرصہ کے لئے کہیں باہر بھی جانا پڑے تو کرایہ پر دے جاتا ہے تا کہ آباد رہے اس سے زیادہ فکر اللہ تعالیٰ کے گھر کی آبادی کی کرنی چاہئے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''(بیت الذکر) کا کام کیا ہوتا ہے اور وہ کس غرض کے لئے بنائی جاتی ہے؟ اس سوال کو حل کرنے کے لئے جب مَیں نے قرآن کریم پر غور کیا تو مجھے آل عمران رکوع 10 میں یہ آیت نظر آئی کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ ...... یہ آیت بیت اللہ کے متعلق ہے جو در حقیقت اول المساجد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب سے پہلی مسجد اور سب سے اول اور مقدم مسجد وہ ہے جو مکہ میں بنی اور جس کی نقل میں دوسری مساجد تیار ہوتی ہیں۔ یہاں بیت سے مراد در حقیقت بیت اللہ ہے یعنی اللہ کا گھر اور مسجدیں بھی اللہ کا گھر ہی کہلاتی ہیں، آگے بیان فرماتا ہے کہ اس بیت اللہ کا کام کیا ہے اور اسے دوسرے مقامات پر کیا فوقیت حاصل ہے فرماتا ہے بیت اللہ کے بنانے میں ہماری تین اغراض ہیں۔

اول وُضِعَ لِلنَّاس ۔ یہ مسجد تمام بنی نوع انسان کے لئے بنائی گئی ہے کسی خاص فرد کے لئے نہیں۔ وہ زید کے لئے نہیں، بکر کے لئے نہیں، خالد کے لئے نہیں بلکہ وُضِعَ لِلنَّاس وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے بنائی گئی ہے۔ پھر مُبَارَكًا وہ برکت والی ہے۔ تیسرے ھُدًی لِّلْعَالَمِیْن سب انسانوں کے لئے ہدایت کا موجب ہے۔ پس دنیا میں سب سے پہلی مسجد جو بنائی گئی اس کی تین اغراض تھیں۔

اول وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے بنائی گئی تھی، مطلب یہ کہ (بیت الذکر) ایسا گھر ہوتا ہے کہ مساوات پیدا کرتا ہے اس میں غریب اور امیر اور مشرقی اور مغربی کا امتیاز بالکل مٹا دیا جاتا ہے۔ (بیت الذکر) کے دروازہ کے باہر بیشک ایک بادشاہ بادشاہ ہے اور غلام غلام۔ ایک شخص حاکم ہے اور دوسرا محکوم، ایک افسر ہے اور دوسرا ماتحت مگر ادھر (بیت الذکر) میں قدم رکھا اور ادھر امیر اور غریب، حاکم اور محکوم سب برابر ہو گئے۔ کوئی بادشاہ ایسا نہیں جو (بیت الذکر) میں ایک غلام سے بھی یہ کہہ سکے کہ یہاں مت کھڑے ہو تم وہاں جا کر کھڑے ہو۔ ......تو (بیت الذکر) وُضِعَ لِلنَّاس ہوتی ہے اور اس کے دروازے تمام بنی نوع انسان کے لئے کھلے ہوتے ہیں۔ کالے اور گورے کی اس میں کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ چھوٹے اور بڑے کا اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا، بلکہ ہر ایک کا (بیت الذکر) میں مساوی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ غرض (بیت الذکر) کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ بنی نوع انسان میں مساوات پیدا کرتی ہے۔

دوسری غرض مسجد کی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مُبَارَكًا وہ مقام مبارک ہوتا ہے۔ میں (بیت الذکر) کے مقامِ مبارک ہونے کی اور مثالیں دے دیتا ہوں۔

(ا) (بیت الذکر) اس لئے مقامِ مبارک ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے لئے مخصوص ہوتی ہے، باقی گھروں میں تو اور کئی قسم کے دنیوی کام بھی کر لئے جاتے ہیں مگر وہاں دنیوی کاموں کی اجازت نہیں ہوتی۔ یا اگر کئے بھی جائیں تو وہ اتنے قلیل ہوتے ہیں کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ جیسے (بیت الذکر) میں اگر کوئی غریب شخص رہتا ہو تو اسے اجازت ہے کہ (بیت الذکر) میں بیٹھ کر کھانا کھا لے مگر بہرحال زیادہ تر کام (بیوت الذکر) میں یہی ہوتا ہے کہ وہاں ذکر الٰہی کیا جاتا ہے اور درود پڑھا جاتا ہے اور دعائیں کی جاتی ہیں اور اس طرح اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

(ب) پھر (بیوت الذکر) اس لحاظ سے بھی مقام مبارک ہوتی ہیں کہ وہ پاکیزگی کا مقام ہوتی ہیں اور یہ اجازت نہیں ہوتی کہ وہاں گند پھینکا جائے، مثلاً پاخانہ پیشاب کرنے، تھوکنے یا بلغم پھینکنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اسی طرح حکم ہے کہ گندی اور بدبودار چیزیں کھا کر (بیت الذکر) میں مت آؤ۔ جُنبی کا (بیت الذکر) میں آنا بھی منع ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ ہمیشہ یہ ہدایت دیا کرتے تھے کہ (بیوت الذکر) کو صاف ستھرا رکھو اور اس میں خوشبوئیں جلاتے رہو۔ مگر افسوس ہے کہ ...... نے اس ہدایت کو بالکل نظر انداز کر رکھا ہے اور ان کی (بیوت الذکر) اتنی گندی ہوتی ہیں کہ وہاں نماز پڑھنے تک کو جی نہیں چاہتا۔

تیسری غرض اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ھُدًی لِّلْعَالَمِیْن یعنی مسجدیں لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوتی ہیں۔ وہ اس طرح کہ وہاں دین کی تعلیم اور (اشاعت) کا انتظام مثلاً خطبہ ہوتا ہے جس میں وعظ ونصیحت کی جاتی ہے، دینی اور اخلاقی باتیں بتائی جاتی ہیں اور لوگوں کو قربانیوں پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تذکیر وتحمید سے کام لیا جاتا ہے، دینی و دنیوی اصلاحات کے متعلق مشورے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی بہتری اور ان کی ترقی کی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ اسی طرح مسجدوں میں قرآن کا درس ہوتا ہے، حدیث کا درس ہوتا ہے، پھر

نمازوں میں سے تین نمازیں بالخصوص ایسی ہیں جن میں تلاوت بالجہر کی جاتی ہے اور تلاوت بالجہر ایک قسم کا وعظ ہوتا ہے، کیونکہ قرآن کریم کی ہر آیت وعظ ہے اور جب بلند آواز سے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو لوگوں کے قلوب صاف ہوتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔غرض (بیوت الذکر) ھُدًی لِّلْعَالَمِیْن کا کام دیتی ہیں وہاں لوگوں کی دینی تربیت ہوتی ہے، انہیں اعلیٰ روحانی باتیں بتائی جاتی ہیں اور (دینی) احکام دوسروں تک پہنچائے جاتے ہیں پس (بیت الذکر) کی یہ تین اغراض اس آیت سے مستنبط ہوتی ہیں۔‘‘

تحریک جدید اور تعمیر بیوت الذکر

حضرت مصلح موعود کے ہاتھ سے تحریک جدید کے ذریعہ دنیا بھر میں نام خدا کی سربلندی کے لئے جو مثالی مہم پروان چڑھی اس کی جھلکیاں متعدد ماخذوں سے باآسانی دیکھی جاسکتی ہیں۔مثلاً

☆......آن لائن فری انسائیکلوپیڈیا وکی پیڈیا کی ویب سائٹ پر جماعت احمدیہ کی بیوت الذکر اور دیگر مراکز کی ملک وار فہرست موجود ہے۔

☆......ایک ویب سائٹ عالمگیر احمدیہ بیوت الذکر کے اسماء اور تصاویر کے مخصوص ہے۔

☆......دنیا بھر میں جماعتی بیوت الذکر کے متعلق جماعت احمدیہ امریکہ کا صد سالہ خلافت جوبلی کے موقع پر شائع ہونے والا تصویری مجلّہ باکمال مجموعہ ہے، ساڑھے تین صد سے زیادہ صفحات پر نہایت اعلیٰ چھپائی کے ساتھ یہ تاریخی مواد سے لبریز پیشکش ہے جو قاری کو خود بخود اپنے سحر میں لے لیتا ہے اور خدا کی فعلی شہادت کو کھول کر دکھا دیتا ہے۔اس میں قادیان اور ربوہ کے علاوہ براعظم افریقہ کے 17 ممالک کی بیوت الذکر، براعظم ایشیا کے 14 ممالک، یورپ کے 17 ممالک کی بیوت الذکر اور جماعتی تاریخ کا دلکش خاکہ موجود ہے۔یہاں ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی میں بیوت الذکر کی تاریخ 1957ء میں بیت فضل عمر کی تعمیر سے شروع کر کے 2008ء تک بیان کی گئی ہے۔گویہ تذکرہ 18 صفحات پر ممتد ہے، لیکن ایسا لگا کہ 100 بیوت الذکر کے منصوبہ پر مسلسل مصروف ملک کو اپنی الگ کتاب شائع کرنی پڑے گی۔

اس مذکورہ بالا باتصویر کتاب میں براعظم شمالی اور جنوبی امریکہ کے ممالک میں سے کینیڈا، گوئٹے مالا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، برازیل، فرنچ انٹلیس، گیانا، سری نام، ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوباگو وغیرہ کی (بیوت الذکر) کی تاریخ درج ہے۔جبکہ مشرق بعید کے ممالک میں سے آسٹریلیا، فجی، نیوزی لینڈ اور طوالو کی بیوت الذکر کی تاریخ درج کی گئی ہے۔

☆............☆............☆

حضرت المصلح الموعود

اے فضل عمر وہ ہی موعود پسر تھا تو
پائی تھی جو مہدی نے ہاں وہ ہی خبر تھا تو
پہلے بھی نوشتوں میں آنا ترا لکھا تھا
تیرے لئے مہدی نے چلّہ بھی تو کاٹا تھا
جانب سے خدا کی تو رحمت کا نشاں آیا
قدرت کا نشاں آیا قربت کا نشاں آیا
موعود تھا مصلح تو مہدی کے زمانے کا
عنوان تھا گویا تو احمد کے ترانے کا
تو نور خدا ہی تھا بھیجا تھا خدا نے جو
تمجید کے سورج سے چمکایا خدا نے جو
تو صاحب عظمت تھا، تو صاحب شوکت تھا
قوموں کے لئے بھی تو ہاں باعث برکت تھا
شہرت تری پہنچی تھی دنیا کے کناروں تک
الفت بھی تری پہنچی ہاں درد کے ماروں تک
اول بھی تو مظہر تھا، آخر بھی تو مظہر تھا
ہاں رشد و ہدایت کا تو مرشد و رہبر تھا
ممسوح کیا اس نے مع عطر رضامندی
پھر اس نے ترے اندر بھی اپنی ہی روح پھونکی
آزادی ملی تجھ سے دنیا میں اسیروں کو
ثروت تو نے بخشی تھی درویشوں فقیروں کو
منشائے الٰہی تھا محمود تو دنیا میں
ہاں حق کی گواہی تھا محمود تو دنیا میں
ملت کا فدائی تھا، مولیٰ کو تُو پیارا تھا
مظلوم زمانے کو بھی تیرا سہارا تھا
عاشق تھا محمدؐ کا محبوب خدا تھا تو
دونوں کی محبت میں ہر دم ہی فنا تھا تو
اک عہد تھا بابرکت اور تیری بڑائی کا
پھر سہنا پڑا آخر دکھ تیری جدائی کا
دامن ہو نصیب تجھے رحمٰن خدا کا بھی
ہاں ساتھ ملے تجھ کو محبوب خدا کا بھی
ہر شخص یہ کہتا ہے وہ وقت نسیم آیا
ملت کے فدائی پر رحمت کا سدا سایا

نسیم چودھری

مکرم محمد رئیس طاہر صاحب

حضرت مصلح موعود کی جماعت احمدیہ کو نصائح

نماز، عائلی معاملات، لین دین، خدمت دین، دینی مطالعہ اور خطبات امام کی اہمیت

نماز کی اہمیت و برکات

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ

’’دوسری ضروری چیز نماز پوری شرائط کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ قرآن کریم نے یؤدّون الصلوٰۃ کہیں نہیں فرمایا۔ یا یصلون الصلوٰۃ نہیں کہا۔ بلکہ جب بھی نماز کا حکم دیا ہے یقیمون الصلوٰۃ فرمایا اور اقامت کے معنی باجماعت نماز ادا کرنے کے ہیں۔ اور پھر اخلاص کے ساتھ نماز ادا کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ گویا صرف نماز کا ادا کرنا کافی نہیں بلکہ نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اس طرح ادا کرنا ضروری ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص نہ رہے۔ (دین حق) میں نماز پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ قائم کرنے کا حکم ہے اس لئے ہر احمدی کا فرض ہے کہ نماز پڑھنے پر خوش نہ ہو بلکہ نماز قائم کرنے پر خوش ہو۔ پھر خود ہی نماز قائم کر لینا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو اس پر قائم کرنا چاہئے۔ اپنے بیوی بچوں کو بھی اقامت نماز کا عادی بنانا چاہئے۔ بعض لوگ خود تو نماز کے پابند ہوتے ہیں مگر بیوی بچوں کے متعلق کوئی پروا نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر ان کے دل میں اخلاص ہو تو یہ ہو نہیں سکتا کہ بچے کا یا بیوی کا یا بہن بھائی کا نماز چھوڑنا انسان گوارا کر سکے۔ ...... تو میں بتا رہا تھا کہ اقامت نماز بھی ضروری ہے۔ اور اس میں خود نماز پڑھنا، دوسروں کو پڑھوانا، اخلاص اور جوش کے ساتھ پڑھنا، باوضو ہو کر ٹھہر ٹھہر کر باجماعت اور پوری شرائط کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کی طرف ہمارے دوستوں کو خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے۔ مجھے افسوس ہے کہ کئی لوگوں کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ خود تو نماز پڑھتے ہیں مگر ان کی اولاد نہیں پڑھتی۔ اولاد کو نماز کا پابند بنانا بھی اشد ضروری ہے اور نہ پڑھنے پر ان کو سزا دینی چاہئے۔ ایسی صورت میں بچوں کا خرچ بند کرنے کا تو حق نہیں ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ میں خرچ تو دیتا رہوں گا مگر تم میرے سامنے نہ آؤ جب تک تم نماز کے پابند نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی بچہ یہ کہہ دے کہ میں (۔) نہیں ہوں تو پھر البتہ حق نہیں کہ اس پر زور دیا جائے۔ لیکن اگر وہ احمدی اور (۔) ہے تو پھر اسے سزا دینی چاہئے۔ اور کہہ دینا چاہئے کہ آج سے تم ہمارے گھر نہیں رہ سکتے۔ جب تک کہ نماز کے پابند نہ ہو جاؤ۔‘‘

مزید فرماتے ہیں۔

’’دوسرا اصل (دین حق) نے نماز کی غایت کو حاصل کرنے کا یہ تجویز کیا ہے کہ دعا کو نماز کا مغز قرار دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے: اَلدُّعَاءُ...... (ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الدعاء) دعا نماز کا مغز ہے اور دعا اپنے اندر ایک ایسا مقناطیسی اثر رکھتی ہے کہ ایک طرف تو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے اور دوسری طرف اس کیلئے ایسی آسانیاں بہم پہنچا دیتی ہیں کہ جن سے وہ گناہوں سے محفوظ رہ سکے۔ جب ہماری استدعاؤں اور التجاؤں کو والدین اور حکام دنیا قبول کرتے ہیں تو کیونکر خیال کیا جائے کہ خدا تعالیٰ جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کی دعاؤں کو رد کر دے گا۔ پس نماز کیا ہے دعاؤں کا ایک مجموعہ ہے جس سے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف دعائیں قبولیت حاصل کر کے انسان کی ہدایت اور ترقی کا ذریعہ بن جاتی ہیں‘‘۔

یقیمون الصلوٰۃ کے معنی

’’یقیمون الصلوٰۃ کے یہ معنی ہوئے کہ نماز میں ناغہ نہیں کرتے۔ ایسی نماز جس میں ناغہ کیا جائے (دین حق) کے نزدیک نماز ہی نہیں۔ کیونکہ نماز وقتی اعمال سے نہیں۔ بلکہ اسی وقت مکمل عمل سمجھا جاتا ہے جب کہ توبہ یا بلوغت کے بعد کی پہلی نماز سے لے کر وفات سے پہلے کی آخری نماز تک اس فرض میں ناغہ نہ کیا جائے۔ جو لوگ درمیان میں نمازیں چھوڑتے رہتے ہیں ان کی سب نمازیں ہی رد ہو جاتی ہیں۔‘‘

رات دن قرآن کریم پڑھو

’’صرف قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جس کے مطالب کبھی ختم نہیں ہوتے۔ رات دن قرآن کریم کو پڑھو۔ قرآن کے حقائق کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اس کی حکمتیں نکلتی چلی آتی ہیں اور ہر لفظ پُر حکمت معلوم ہوتا ہے۔ پرانے زمانہ کی کہانیوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک تھیلی ہوتی تھی جس میں سے ہر قسم کے کھانے نکلتے آتے تھے۔ مگر یہ تو وہمی اور خیالی بات تھی۔ قرآن کریم واقع میں ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔‘‘

دینی مطالعہ کی اہمیت

’’میرے نزدیک ہمیں زیادہ توجہ جس طرف دینی چاہئے وہ تعلیم ہے اور وہ بھی مذہبی تعلیم۔ یہی تعلیم ہماری اولاد کے ہوش وحواس قائم رکھ سکتی ہے ...... ہمارے ملک کے لوگ اس طرح دیوانہ وار یورپ کی تقلید کر رہے ہیں کہ اسے دیکھ کر شرم و ندامت سے سر جھک جاتا ہے...... ہمیں نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ دوسروں کو بھی بچانے کے لئے یہ کوشش کرنی چاہئے۔‘‘

وقت ضائع نہ کرو

’’میں جانتا ہوں کہ اگر سستی نہ کی جائے تو تھوڑے وقت میں بہت سا کام ہو جاتا ہے اس لئے وقت ضائع نہ کرو۔ ہمیشہ اپنے نفس سے پوچھتے رہو کہ ہم وقت ضائع تو نہیں کر رہے اور جب فرصت ملے تو اسے باتوں میں گنوانے کی بجائے (دعوت الی اللہ) میں صرف کرو اور پھر ہر شخص کم سے کم ایک ماہ (دعوت الی اللہ) کیلئے وقف کر دے۔ کارکن بھی باریاں مقرر کر لیں اور اس طرح ایک ایک ماہ دیں۔ صدر انجمن کو چاہئے کہ ان کے لئے انتظام کرے خواہ ان کی جگہ دوسرے آدمی رکھ کر ہی ایسا کرنا پڑے اور اگر قادیان کے لوگ اس طرف توجہ کریں تو مجھے تین چار سو مرد (مربی) مل سکتا ہے گویا تین چار سو ماہ کام کرنے کے لئے مل گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت میں پچیس تیس (مربی) مل گئے۔ پس قادیان کے مختلف محلوں کو چاہئے کہ جس طرح مالی حصہ سکیم کے متعلق انہوں نے فہرستیں تیار کی تھیں۔ اس عملی حصہ سکیم کے متعلق بھی کریں کیونکہ یہ اس سے بہت اہم ہے۔ جلسے کر کے ایسے لوگوں کے نام لکھے جائیں جو ایک ایک ماہ دینے کو تیار ہوں اور یہ بھی معلوم کر لیا جائے کہ وہ کس ماہ وقت دینے کو تیار ہیں۔ اگر اس طرح کیا جائے تو قادیان کے لوگوں کے ذریعہ سے ہی سارے ضلع گورداسپور میں (-) کی جا سکتی ہے۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ جماعتیں محبت اور اخلاص کا اظہار عملی طور پر کریں گی۔ اس سکیم کا عملی حصہ باقی ہے پچھلے خطبہ کے بعد باہر سے کثرت سے درخواستیں آئی ہیں مگر قادیان والوں نے ابھی تک توجہ نہیں کی سوائے ان کے جنہوں نے کئی کئی سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں باقی ایک ماہ دینے والے ایک دو سے زیادہ نہیں ہیں۔ پس محلوں میں ایسا انتظام کیا جائے کہ دوست ایک ایک ماہ دینے کے لئے اپنے نام لکھوائیں اور یہ بھی معلوم کر لیا جائے کہ وہ کب وقت دے سکیں گے۔

جھوٹ سے شدید نفرت

’’ہماری جماعت میں ایسے ہیں جو پوری طرح دیانت اور امانت سے کام نہیں لیتے، ابھی بہت لوگ ہماری جماعت میں ایسے ہیں جن کا دوسروں سے معاملہ اچھا نہیں۔ پس جب تک ہماری جماعت جھوٹ سے اتنی شدید نفرت نہیں کرتی کہ وہ موت کو قبول کرنا آسان سمجھے مگر جھوٹ بولنے کے لئے تیار نہ ہو، جب تک ہماری جماعت دیانت پر ایسی مضبوطی سے قائم نہیں ہو جاتی کہ وہ موت کو قبول کرنا آسان سمجھے مگر خیانت کے لئے تیار نہ ہو، جب تک ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی اور عصیان سے اتنی شدید نفرت نہ کرے کہ وہ موت کو آسانی سے قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائے مگر الٰہی احکام کی نافرمانی نہ کرے اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری زندگیاں روحانی زندگیاں ہیں اور ہمارے لئے ابتلاؤں اور مشکلات کی ضرورت نہیں۔ دنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس لئے جھوٹ نہیں بولتے کہ وہ سمجھتے ہیں جس ماحول میں وہ رہتے ہیں اس میں جھوٹ بول کر عزت کی زندگی بسر نہیں کر سکتے مگر کیا ایک مثال بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے کہ ہماری جماعت میں سے کسی نے اس لئے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا ہو کہ اس جماعت میں رہ کر جھوٹ بولنا اس کے لئے ناممکن ہے۔ یا کیا ایک مثال بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے کہ ہماری جماعت میں کسی نے اس لئے خیانت اور دھوکا بازی کو چھوڑ دیا ہو کہ اس جماعت میں رہ کر خیانت کرنا موت کو خریدنا ہے۔ پھر کیا ایک مثال بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے کہ ہماری جماعت میں سے کسی نے اس لئے عصیان وطغیان کو ترک کر دیا ہو کہ اس جماعت میں رہ کر خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی یا اس کے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی موت ہے۔ اگر نہیں تو پھر جب تک ہماری جماعت کو یہ مقام حاصل نہیں ہوتا اور جب تک جماعت کے افراد اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ جہاں کسی نے گناہ کیا اس نے گویا طاعون اور ہیضے کے کیڑے چھوڑ دیئے۔ اس وقت تک کون کہہ سکتا ہے کہ تربیت اور جماعت کی ترقی کیلئے مشکلات و مصائب کا آنا اور جماعت کا قربانیوں کیلئے تیار رہنا بہت بوجھ ہے۔ کیا ممکن ہے کہ گناہ کی بجائے اگر کوئی شخص ہیضہ یا طاعون کے کیڑے ایک شہر میں چھوڑ دے تو لوگ اسے نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور اس سے محبت اور پیار کریں۔ پھر کیوں لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ہیضہ کے کیڑوں سے ایک شہر کو جتنا نقصان پہنچ سکتا ہے وہ اس نقصان کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا جو جھوٹ کے کیڑوں سے انسانوں کو پہنچتا ہے۔

شادی بیاہ میں مطالبے نہ کریں

1947ء کی مجلس مشاورت کے موقع پر جماعت کی تمدنی اصلاح کی خاطر شادیوں میں زیادہ چھان بین کرنے اور کپڑے زیور کے مطالبات کرنے والوں سے حضرت مصلح موعود نے اظہار نفرت کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’اس میں بعض دفعہ ایسی غیر معقول باتیں کرتے ہیں اور ایسی لغو شرطیں لگا دیتے ہیں کہ حیرت آتی ہے مثلاً بعض لوگ جہیز کی شرطیں لگاتے ہیں اتنا سامان ہو تو ہم شادی کریں گے۔ یہ سب لغو ہے میں متواتر سالہا سال سے جماعت کو توجہ دلا رہا ہوں کہ ان کی اصلاح کی جائے۔ اگر جماعت کے لوگ اس طرف توجہ کریں تو بہت جلد اصلاح ہو سکتی ہے اگر وہ یہ عہد کر لیں کہ ہر ایسی شادی جس میں فریقین میں سے کسی کی طرف سے بھی ایسی شرطیں عائد کی گئی ہوں تو ہم اس میں شریک نہ ہوں گے تو دیکھ لو تھوڑے ہی عرصہ میں وہ لوگ ندامت محسوس کرنے لگیں گے اور ان شنیع حرکات سے باز آ جائیں گے ...... پس ہماری جماعت کو ایسی شنیع

حرکات سے بچنا چاہئے اور عہد کرنا چاہئے کہ ایسی شادی میں کبھی شامل نہ ہوں گے خواہ وہ سگے بھائی یا بہن کی ہی ہو۔''

اختلافات سے باز آئیں

''آج صبح نماز کے بعد..... میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا..... میں دیکھتا ہوں کچھ لوگ ہیں جماعت کے، جو گروہ در گروہ کھڑے ہیں ......اور آپس میں متفرق باتوں میں مشغول ہیں......اتنے میں حضرت مسیح موعود اس جگہ تشریف لے آئے اور آپ ان لوگوں سے کہتے ہیں تم کن باتوں میں لگے ہو، کیا چھوٹی چھوٹی باتوں میں مشغول ہو، کیسے چھوٹے چھوٹے اختلافات میں پڑے ہو۔ تم نہیں دیکھتے دین کی کیا حالت ہے اور دین کتنے بڑے خطرے میں ہے اس خطرے کو دیکھتے ہوئے تم کس طرح ایسی باتوں میں مشغول ہو.....اس وقت حضرت مسیح موعود کی حالت یوں معلوم ہوتی ہے جیسے کسی ایسی ماں کی حالت ہو جس کا بچہ بھوک اور پیاس سے تڑپ رہا ہو..... آپ کبھی ادھر دوڑتے جاتے ہیں کبھی ادھر۔ کبھی ایک جماعت کو دھکے دے کر جگاتے ہیں کبھی دوسری کو، کبھی تیسری کی طرف جاتے ہیں اور کبھی چوتھی کی طرف، کہ تم کن باتوں میں پڑے ہو دین کی حالت دیکھو..... اس سارے نظارے کا مجھ پر اس قدر اثر ہوتا ہے کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔''

تجارت میں دیانت

''لوگ محنت نہیں کرتے اور تجارت کا علم حاصل نہیں کرتے اور ناجائز وسائل سے اپنی دکان چلانا چاہتے ہیں...... ہوشیار آدمی ہوشیاری سے کام کرتا اور کامیاب ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہوشیاری کے ساتھ دیانت بھی شامل ہو جائے تو پھر یہ بہت اعلیٰ درجہ کی بات ہوتی ہے۔ اگر ہوشیاری نہ ہو بلکہ سستی ہو تو پھر کامیابی مشکل ہے اور پھر فائدہ اُٹھانے کی خواہش ایک مخفی بددیانتی ہے۔''

مزید فرماتے ہیں۔

''ہر ایک تاجر کی ایک الگ سیاست ہے اور ہر ایک پیشہ ور کی الگ۔ تاجر کی سیاست تو یہ ہے کہ وہ باہر سے مال نہ اس بے احتیاطی اور کثرت سے خریدے کہ اس کی دکان میں ہی پڑا خراب ہوتا رہے اور نہ اتنا کم لائے کہ لوگوں کی ضروریات بھی پوری نہ ہوں بلکہ وہ ضروریات کو دیکھتا ہوا کسی چیز کی خریداری پر ہاتھ ڈالے تا کہ نہ اس کو ایک لمبے عرصہ تک خریداروں کا انتظار کرنا پڑے اور نہ یہ ہو کہ اس کے ہاں سے مال ہی نہ ملے۔ اسی طرح پیشہ ور کی سیاست یہ ہے کہ نہ تو اشیاء کے تیار کرنے میں اتنی دیر لگائے جس سے مانگ کا وقت گزر جائے اور نہ اتنا پہلے کہ ابھی مانگ کا موقع ہی نہ آئے اور وہ اشیاء کے تیار کرنے میں مصروف رہے۔''

''تجارت کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہے اور سرمایہ ہمارے پاس نہیں اس لیے ہم تجارت نہیں کر سکتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول فرماتے ہیں ایک ہندو نے بتایا تجارت ڈیڑھ پیسہ سے شروع کرنی چاہئے۔ فرماتے ایک شخص کو دیکھا کہ جو لکھ پتی تھا مگر اس کا بیٹا پکوڑوں کی دوکان کرتا تھا۔ پوچھا یہ کیا تو کہنے لگا اگر ابھی اسے سرمایہ دے دیا جائے تو ضائع کر دے گا۔ اب اتنے کام سے ہی اسے تجربہ حاصل کرنا چاہئے یہ اسی سے اپنی روٹی چلاتا ہے۔''

مالی معاملات میں صفائی
اور معاہدات کی پابندی

''ایک اور اہم بات معاملات کی صفائی ہے اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ جس طرح ہمیں تکلیف ہوتی ہے اسی طرح اس کو بھی ہوتی ہے جس کا روپیہ دینا ہوتا ہے تو پھر لین دین کے معاملات میں اتنی مشکلات نہ رونما ہوں ......شریعت نے معاہدات کی پابندی نہایت ضروری قرار دی ہے۔

دوسری بات یہ ضروری ہے کہ مال میں خواہ ذرا سا بھی نقص ہو، تاجر کو چاہئے کہ خریدار کو بتا دے تا کہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو۔ اس طرح نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہی رہتا ہے۔ جب انسان دھوکہ کی چیز بیچنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا تو مال خریدتے وقت خود بھی احتیاط نہیں کرتا لیکن اگر ناقص چیز گاہک اس سے نہ خریدے تو اسے خود بھی احتیاط کرنی پڑے گی۔ پھر معاملہ کی صفائی سے ایک قومی کریکٹر بنتا ہے جو ساری قوم کے لئے نہایت مفید ہوتا ہے۔''

ضبط تحریر میں لانا

''دوسرا سبب قومی تنزل کا یہ بتایا ہے کہ لین دین کے معاملات میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا قرض دیتے وقت تو دوستی اور محبت کے خیال سے نہ واپسی کی کوئی میعاد مقرر کرائی جاتی ہے اور نہ اسے ضبط تحریر میں لایا جاتا ہے اور جب روپیہ واپس آتا دکھائی نہیں دیتا تو لڑائی جھگڑا شروع کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ مقدمات تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور تمام دوستی دشمنی میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپس کے تعلقات کو خراب مت کرو اور قرض دیتے یا لیتے وقت ہماری ان دو ہدایات کو ملحوظ رکھو۔ (اول) یہ کہ جب تم کسی سے قرض لو تو اس قرض کی ادائیگی کا وقت مقرر کر لو۔ (دوم) روپیہ کا لین دین ضبط تحریر میں لے آؤ۔''

قرض امانت کی ایک قسم

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرض بھی ایک امانت ہی کی قسم ہے۔ کیا صرف اس وجہ سے کہ اس کے استعمال کی تم کو اجازت دی جاتی ہے اور تم پر احسان کیا جاتا ہے۔ تم اس کی ادائیگی میں سستی کرتے ہو آخر امانت اور قرض میں کیا فرق ہے؟ یہی کہ امانت ایسی حالت میں رکھوائی جاتی ہے جبکہ امین کو ضرورت نہیں ہوتی اور قرض اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ اسے ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں قرض لینے والے پر دوسرے کا احسان ہوتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ وقت پر خندہ پیشانی سے قرض ادا کر دے۔''

''وَلْیُمْلِلِ ....چوتھا حکم یہ دیا کہ جس کے ذمہ حق ہو وہ املاء کروائے یعنی روپیہ لینے والے کو چاہئے کہ وہ خود تحریر لکھوائے اس میں ایک بہت بڑی حکمت ہے بظاہر تو یہ چاہئے تھا کہ روپیہ دینے والا لکھوائے مگر یہ حکم نہیں دیا بلکہ اس کی ذمہ داری قرض لینے والے پر رکھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ روپیہ لینے والے کی ضرورت روپیہ مل جانے کی وجہ سے پوری ہو جاتی ہے۔ وہ اس وقت اپنے اندر خوشی کی ایک لہر محسوس کرتا ہے اور روپیہ کی طرف سے لاپرواہ ہو جاتا ہے اور اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ بعد میں ضرورت پوری ہونے پر کہہ دے کہ مجھے تو اس وقت یہ خیال ہی نہ تھا کہ کیا لکھوا رہے ہیں اس لیے اسے کہا کہ وہ خود ہی لکھوائے۔''

''آج اگر تم لوگوں سے حسن سلوک کرو گے اور اپنے قرضوں کی وصولی میں نرمی سے کام لو گے تو یاد رکھو ایک دن تمہارا بھی حساب ہو گا۔ اس دن تم سے بھی اچھا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے گناہوں سے در گذر کیا جائے گا لیکن اگر آج تم نیک سلوک نہیں کرو گے تو اس دن تم سے بھی کوئی نیک سلوک نہیں کیا جائے گا یہ وہی حکم ہے جس کی طرف رسول کریم ﷺ نے بار بار توجہ دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ تم دنیا میں رحم سے کام لو تا کہ آسمان پر تمہارا خدا بھی تم سے رحم کا سلوک کرے۔''

ساری دنیا میں درس

''اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس و تدریس پر قادر ہو سکے گا...... قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جا رہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح اور تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس کے سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔ یہ نظارہ کیا ہی شاندار ہو گا اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہو گی کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں''۔

ہر خطبہ، تقریر، تحریر کو ہر احمدی
امتحان کی نظر سے دیکھے

''ہر خطبہ جو میں پڑھتا ہوں ہر تقریر جو میں کرتا ہوں ہر تحریر جو میں لکھتا ہوں اسے ہر احمدی اس نظر سے دیکھے کہ وہ ایک ایسا طالب علم ہے جسے ان باتوں کو یاد کر کے ان کا امتحان دینا ہے اور ان میں جو عمل کرنے کے لئے ہیں ان کا عملی امتحان اس کے ذمہ ہے......پھر جب پڑھ چکے تو سمجھے کہ اب میں استاد ہوں اور دوسروں کو سکھلانا میرا فرض ہے۔''

خدمت دین کی اہمیت

''طلباء کو چاہئے اپنے اندر دین کی روح پیدا کریں۔ میں نے پہلے ایک بار توجہ دلائی تھی تو اس کا بہت اثر ہوا تھا۔ بعض طلباء جو داڑھیاں منڈاتے تھے انہوں نے رکھ لیں۔ بعض سگریٹ پیتے تھے انہوں نے چھوڑ دیئے۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے پھر یہ وبائیں پیدا ہو رہی ہیں۔ پس میں پھر انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی اصلاح آپ کریں۔''

دین کی خدمت کیلئے آگے آؤ

''یہ بڑے خطرات کے دن ہیں اس لئے سنبھلو اور اپنے نفسوں سے دنیا کی محبت کو سرد کر دو اور اپنے دین کی خدمت کے لئے آگے آؤ اور ان لوگوں کے علوم کے وارث بنو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی محبت پائی تا تم آئندہ نسلوں کو سنبھال سکو۔ تم لوگ تھوڑے تھے اور تمہارے لئے تھوڑے مدرس کافی تھے مگر آئندہ آنے والی نسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گی اور ان کے لئے بہت زیادہ مدرس درکار ہیں پس اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر دو۔''

''اگر کوئی شخص اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کیلئے وقف کر دیتا ہے اور جو کام بھی کرتا ہے خدا کے لئے کرتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ناقہ بن جاتا ہے۔ جس طرح وہ اونٹنی دوسری اونٹنیوں سے ممتاز ہو گئی تھی اسی طرح وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔''

''ہمیں دین کے لئے روپیہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور پیش آتی رہے گی لیکن جہاں تک (دعوت الی اللہ) کا کام ہے وہ روپیہ سے نہیں چل سکتا بلکہ قربانی اور ایثار سے چل سکتا ہے اس کے لئے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں۔''

''یہ بڑے خطرات کے دن ہیں اس لئے سنبھلو اور نفسوں سے دنیا کی محبت کو سرد کر دو اور اپنے دین کی خدمت کے لئے آگے آؤ اور ان لوگوں کے علوم کے وارث بنو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی صحبت پائی تا تم آئندہ نسلوں کو سنبھال سکو۔ تم لوگ تھوڑے تھے اور تمہارے لئے تھوڑے مدرس کافی تھے مگر آئندہ آنے والی نسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گی اور ان کے لئے بہت زیادہ مدرس درکار ہیں پس اپنے آپ کو دین کیلئے وقف کر دو۔''

دین کیلئے وقف کرو

''خدا نے تمہارے لئے بڑی بڑی عزتیں رکھی ہیں۔ تم خدا پر توکل کرو اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرو۔ وہ دینے پر آتا ہے تو وہ کچھ دے دیتا ہے کہ انسان اسے دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔''

حقہ بُری چیز ہے

''اس کے بعد میں ایک اور نصیحت کرتا ہوں

اور وہ یہ ہے کہ حقہ بہت بُری چیز ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو یہ چھوڑ دینا چاہئے۔''

شیطان نیکی کے راستہ سے دھوکا دیتا ہے

''کمزوروں کی اصلاح سو وہ ہمیشہ ہمارے مدنظر رہتی ہے اور کمزوریاں تو ہر انسان میں پائی جاتی ہیں اور ہر انسان اگر چاہے تو انہیں چھوڑ کر زیادہ بلند مقام حاصل کرسکتا ہے۔ عمرؓ ابوبکرؓ بن سکتا ہے اور ابوبکرؓ اور زیادہ ترقی کر کے خداتعالیٰ کی محبت کے مزید مقامات حاصل کرسکتا ہے۔ پس اس قسم کا خیال رکھنے والے لوگوں کو میں سمجھاتا ہوں کہ وہ غور کریں اور سوچیں۔ میں زبردستی ان سے اپنی بات نہیں منوانا چاہتا بلکہ انہیں کہتا ہوں کہ وہ خداتعالیٰ کی طرف توجہ کریں۔ اگر وہ توجہ کریں گے تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے اور نہ صرف باطل بلکہ انہیں نیکی کے راستہ سے دور پھینکنے والا ہے۔ بہت دفعہ شیطان نیکی کے راستہ سے دھوکا دے دیا کرتا ہے جیسے عبدالحکیم کی مثال میں نے ابھی بیان کی ہے۔ اس نے اعتراض کرتے وقت یہی لکھا تھا کہ جماعت کی اصلاح میرے مدنظر ہے مگر دیکھ لو کہ اس کا نتیجہ کیسا خطرناک نکلا۔ ملی نظام خداتعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور جو شخص اس پر اعتراض کرتا ہے اس کے دل پر زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں اصلاح کے لئے جماعت کے عیوب بیان کرنا بالکل اور چیز ہے اور نیتوں کا فرق بات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔ بظاہر ایک ڈاکٹر بھی ہاتھ کاٹتا ہے اور ڈاکو بھی۔ اسی طرح ڈاکو بھی لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور گورنمنٹ بھی پھانسیاں دیتی ہے مگر ان دونوں میں کتنا بڑا فرق ہوتا ہے۔ گورنمنٹ ہزاروں آدمیوں کی جانیں بچانے کے لئے مجرموں کو پھانسی دیتی ہے اور ڈاکو مال وغیرہ لوٹنے کے لئے دوسروں کو قتل کرتے ہیں پس کام تو ایک ہے مگر نیتوں میں فرق ہے۔ اسی طرح جماعت کی اصلاح کیلئے نقص بیان کرنا اور بات ہے اور جماعت کے عیوب پر لذت محسوس کرنا اور کہنا کہ اب یہ خداتعالیٰ کی طرف سے اسے سزا مل رہی ہے بالکل اور بات ہے اور دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جس طرح ہر وہ قوم جس میں اصلاح کرنے والے نہ رہیں اور جس کے افراد ایک دوسرے کے عیوب نہ دیکھ سکیں تباہ ہوجاتی ہے اسی طرح وہ لوگ بھی ہلاک ہوجاتے ہیں جو عیب دیکھتے تو ہیں مگر ان کا اپنے دلوں میں ذخیرہ کرتے چلے جاتے ہیں اور بجائے اصلاح کے قوم کے متعلق بری رائے قائم کرلیتے ہیں۔ پس تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ پر امید نہ چھوڑو''۔

حضرت مصلح موعود اور ربوہ کا قیام

ش۔ بشارت

حضرت مصلح موعود ان ممتاز ابنائے آدم میں سے ہیں جو مدتوں بعد افق انسانیت پر طلوع ہوتے ہیں اور جن کی روشنی صرف ایک نسل کو نہیں بلکہ بیسیوں نسلوں کو اپنی ضیاء پاشی سے منور کرتی رہتی ہے۔ دراصل پیشگوئی مصلح موعود میں کسی انفرادی اہمیت کے حامل ہیرو کی پیدائش کا ذکر نہیں بلکہ اس میں ایک ایسے مذہبی راہنما کی ولادت کی خبر دی گئی ہے۔ جسے زمانہ کی ایک عظیم مذہبی تحریک کا روح رواں بننا تھا۔ جس نے اپنی ہم عصر دنیا میں ہی نہیں بلکہ بعد کی دنیا میں بھی ایک درخشندہ نام اور وسعت پذیر کام پیچھے چھوڑنا تھا۔

حضرت مصلح موعود 1914ء میں منصب خلافت پر فائز ہوئے اور اس عظیم روحانی منصب پر 52 سال تک فائز رہے۔ نصف صدی تک خلافت کی عظیم ذمہ داریوں کے دوران بے شمار مصائب آئے اور حوادث کی آندھیاں چلتی رہیں لیکن اس سخت ذہین وفہیم رہنما کی قیادت ایسی بے نظیر تھی کہ راہ کے یہ روڑے اس کی تیز رفتاری میں حائل نہ ہوسکے۔

تقسیم ہند ایک ایسا دور تھا جس نے کئی نسلوں تک اپنے اثرات چھوڑے۔ گھربار، بال بچوں، مردوں عورتوں حتیٰ کہ عزتوں کی قربانی دے کر ان بے حال افراد نے سرزمین پاکستان پر قدم رکھا۔ لیکن آفرین ہے اس عظیم راہنما پر جس نے اپنی بے مثال قیادت سے اس مشکل وقت کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ جماعت کے افراد کو بحفاظت اس کٹھن دور سے نکالا۔

قادیان جیسی روحانی اور مقدس بستی کو چھوڑنا کوئی آسان فیصلہ نہ تھا۔ لیکن ابھی ایک اور مشکل مرحلہ باقی تھا اور وہ تھا ایک نئے مرکز کا قیام کہ جہاں ایک بار پھر عشاق احمدیت جمع ہوسکیں۔ اس وقت خدا سے خبر پا کر آپ نے جس جگہ کی نشاندہی کی اور اس کو مرکز توحید بنانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز اسرار رکھتا ہے۔ بلند و بالا چٹیل پہاڑ، نشیب میں بہتا دریا، کلر زدہ زمین اور اس کی گہرائیوں میں موجود کڑوا پانی، سایہ دار درخت اور سبزہ ناپید، البتہ کانٹوں سے بھری جھاڑیاں بکثرت موجود، یہ تھا نقشہ اس جگہ کا جسے آپ نے مرکز احمدیت کے طور پر منتخب کیا۔ اس جگہ کی جغرافیائی حالت کو دیکھتے ہوئے اس کا نام بھی آپ نے ''ربوہ'' منظور فرمایا۔

یہ وہی بنجر و بیابان زمین ہے جس کے بارے میں تاریخ بتاتی ہے کہ ایک ہندو سرمایہ دار نے اس جگہ کو آباد کرنے کے لئے اپنا سرمایہ تک خرچ کیا لیکن ناکام و نامراد رہا یہاں تک کہ ذہنی توازن کھو بیٹھا۔

مگر اس بے آب و گیاہ وادی کو گل و گلزار اور توحید کا مرکز بنانے کا سہرا ایسے حسین ماتھے پر دمکا جس کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود نے خداتعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا تھا کہ ''قومیں اس سے برکت پائیں گے۔''

کون جانتا تھا کہ اس ویران وادی کو جہاں دن کے وقت بھی لوگ گزرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ ایسے حسین شہر کے روپ میں چمکنا تھا جس کی شہرت اکناف عالم میں پھیلنی تھی۔

یہ دنیا کا وہ خوش قسمت شہر ہے جس کی بنیاد خدا کے منتخب خلیفہ نے پُرسوز دعاؤں اور چاروں کونوں اور وسط میں قربانی کر کے رکھا۔ زمین وآسمان کے قادر خدا کے حضور گریہ وزاری اور بھیگے سجدوں سے بے سروسامانی کے عالم میں اس چٹیل زمین کو جماعت احمدیہ کے مرکز ہونے کا اعزاز 20 ستمبر 1948ء کو ہوا۔

یہ بیابان وادی اب شمع احمدیت کے پروانوں اور حضرت مسیح موعود کے درخت وجود کی سرسبز شاخوں کا مسکن بن چکی تھی اور عظیم خدا کے عظیم فضلوں اور حضرت مصلح موعود کی خاص دعاؤں اور ذاتی راہنمائی نے اس ویرانے کو گلزار بنا دیا اور اس میں بسنے والے پرندوں نے محبت کے وہ نغمات سنائے کہ تمام دنیا کہہ اٹھی کہ یہ عجیب لوگ ہیں جو دعویٰ کئے بغیر سب کچھ کر دکھاتے ہیں۔

ایک قومی اخبار ہفت روزہ ''اقدام'' لاہور نے اپنی 5 جنوری 1953ء کی اشاعت میں اس بات کا اعتراف واشگاف الفاظ میں یوں کیا۔

''ربوہ عوام اور حکومت کیلئے ایک مثال ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعویٰ کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعویٰ کئے بغیر سب کچھ کر دکھاتے ہیں۔''

اس شہر کو آباد کرنے کی غرض حضرت مصلح موعود نے یہ بیان فرمائی۔

''اس وقت ربوہ ہی ایک ایسا مقام ہے۔ جہاں کے رہنے والوں کی اکثریت خدمت دین میں لگی ہوئی ہے۔ اس لئے یہ مقام بھی مقدس ہے۔ اسے آئندہ ایک زمانے تک کے لئے دین کا مرکز بنایا گیا ہے اور یہاں کے رہنے والے بھی مقدس ہیں۔ کیونکہ وہ اس کی تقدیس میں مدد کر رہے ہیں۔''

پھر اسی کے متعلق ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

''ربوہ کی بنیاد کی غرض یہ تھی کہ یہاں زیادہ نیکی اختیار کرنے والے دین دار لوگ آباد ہوں۔ اس مقام کی بنیاد اس لئے رکھی گئی کہ وہ دین (۔) کا مرکز ہو۔ پس یہاں کے بسنے والوں کو اس غرض سے بسنا چاہئے کہ وہ یہاں رہ کر دین کی اشاعت میں دوسروں سے زیادہ حصہ لیں۔''

(خطبہ جمعہ 21 مئی 1954ء)

زمین کے کناروں تک شہرت پانے والی یہ بستی آج دنیا کے احمدیوں کیلئے تجدید ایمان کا باعث ہے۔ اس کی عالی شان عمارتوں میں روحانی اور جسمانی بیماریوں کا شافی علاج موجود ہے۔

اس میں پھیلا بیوت الذکر کا جال صرف ظاہری خوبصورتی سے مزین نہیں بلکہ ایسے نمازیوں سے آباد ہے۔ جن کا اپنے خدا سے زندہ تعلق ہے۔ اس شہر میں صبح صادق کے وقت معصوم بچوں کی آوازوں میں صل علیٰ کی گونج ہر گلی سے نکلتے بیوت الذکر کی طرف رواں دواں جوان بچے اور بوڑھے ہر شعبے میں فعال، باپردہ خواتین اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ شہر توحید کا مرکز ہے۔ یہ وہ خوش قسمت شہر ہے کہ جس کی مٹی میں چراغ دفن ہیں۔ اور اس مٹی کو چار خلفائے احمدیت کے قدم چومنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آنے والے مہمانوں کی ضیافت کا سامان بھی یہاں موجود ہے اور روحانی ترقی کے ذرائع بھی۔

اس عالمگیر شہر کی تزئین وآرائش میں اپنے ننھے منے ہاتھوں سے اطفال الاحمدیہ اور چٹانوں جیسے عزم رکھنے والے خدام الاحمدیہ اپنے شاندار اور قابل تحسین وقار عمل کے ذریعے ہمہ وقت اضافہ کر رہے ہیں اور گلشن احمد کو حضرت مصلح موعود کی خواہش کے مطابق سربلند کرنے کے لئے اپنے نصیب کی نیکیاں سمیٹنے میں بڑی سرعت سے رواں دواں ہیں۔ کیا یہ سب شواہد پورے زور سے یہ اعلان نہیں کر رہے کہ اس شہر حسین کو بسانے والا وہ موعود مصلح معمولی نہ تھا۔

روحانی واخلاقی بیماریوں کا جسمانی علاج

آپ کے عمر بھر کے تجربات ومشاہدات کا نچوڑ یہ تھا کہ بعض اخلاقی اور روحانی بدیاں جسمانی امراض کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس تحقیق نے اصلاح معاشرہ کا ایک وسیع دروازہ کھول دیا ہے۔ حضور نے اس راز بستہ کا انکشاف درج ذیل الفاظ میں فرمایا۔

''یہ اصول جو میں نے بیان کئے ہیں اگر ان پر عمل کرنے کے باوجود نیک اعمال میں ترقی نہ ہو اور برائیوں سے انسان نہ بچ سکے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اسے روحانی بیماری نہیں بلکہ جسمانی بیماری ہے اس کے اعصاب میں نقص ہے۔ ایسی حالت میں اسے ڈاکٹروں سے مشورہ لینا چاہئے اور اگر یہ بات میسر نہ ہو تو یہ چار باتیں کرے۔ (1) ورزش کرے، (2) دماغی کام چھوڑ دے، (3) عمدہ غذا کھائے، (4) اپنا دل خوش رکھنے کی کوشش کرے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بسا اوقات امراض روحانی وہم سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جیسے وہم سے جسمانی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں ایسے ہی وہم سے روحانی بیماریاں بھی لگ جاتی ہیں۔ میرا اپنا ہی تجربہ ہے جب میں طب پڑھنے لگا تو جو بیماری پڑھتا تھا اس کے متعلق خیال ہوتا تھا کہ یہ تو مجھ میں بھی ہے۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ شاید یہ میرا ہی حال ہوگا لیکن ایک ڈاکٹری کے طالب علم نے مجھے بتایا کہ ان کے استاد نے ان کو نصیحت کی تھی کہ طلباء کو اس قسم کا وہم ہوا کرتا ہے انہیں اس میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے میں آپ لوگوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ......خوامخواہ اپنے آپ کو ان بیماریوں میں مبتلا کرلو۔''

مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب

حضرت مصلح موعود کے علم و فضل کا اعتراف

علوم ظاہری و باطنی کے حوالے سے چند آراء

بطور مثال ملک و ملت کی چند ایسی شخصیات کی آراء پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو علم و فضل، سیاسی بصیرت، تصنیف و تالیف، تعلیم و تدریس اور سیاست و صحافت کے میدان میں شہرت و عزت کی حامل تھیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ شرفاء حضرت مصلح موعود کے علمی مقام و مرتبہ کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

یاد رہے کہ ان حضرات کا جماعت احمدیہ سے مریدانہ تعلق نہیں تھا۔ بلکہ بعض تو عقیدہ اور نقطۂ نظر کے حوالے سے جماعت کے مخالف تھے مگر حق گوئی شرافت، علمیت اور انسانیت کے علمبردار تھے۔

جناب عبدالقادر ایم۔اے

حضرت مصلح موعود نے 1919ء میں مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر اہتمام ''......اختلافات کا آغاز'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ محترم عبدالغفار صاحب نے اس جلسہ کی صدارت کی۔ پروفیسر صاحب کے ریمارکس ملاحظہ فرمائیے۔

''فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی دین حق کی تاریخ سے کچھ شد بد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں۔ جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل اسلامی مضمون تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا۔''

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

حضرت مصلح موعود کا ایک لیکچر 3 مارچ 1927ء کو مذہب اور سائنس کے موضوع پر اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں ہوا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے صدارت کی۔ اڑھائی گھنٹے تک حضور نے خطاب فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب کے درج ذیل صدارتی ریمارکس ملاحظہ فرمائیے۔

''ایسی پُراز معلومات تقریر بہت عرصہ بعد لاہور میں سننے میں آئی ہے اور خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ نہایت عمدہ ہے۔...... میں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا۔ تا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے وہ زائل نہ ہو جائے اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔''

(الفضل 15 مارچ 1927ء صفحہ 9

مولانا ظفر علی خان
ایڈیٹر ''زمیندار''

مولانا ایک دور میں احرار کے سرپرست اور مداح تھے۔ پھر ان کے مخالف ہو گئے اور ان کی خوب خبر لی۔ مولانا جماعت احمدیہ کے بھی مخالف و معاند تھے۔ مگر احرار پر تنقید کرتے ہوئے حق کی گواہی ان کے لب پر آ گئی۔ فرماتے ہیں:

''احمدیوں کی مخالفت کا احرار نے محض جلب زر کے لئے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ قادیانیت کی آڑ میں غریب مسلمانوں کی گاڑھے پسینہ کی کمائی ہڑپ کر رہے ہیں۔ کوئی احرار سے پوچھے بھلے مانسو! تم نے مسلمانوں کا کیا سنوارا۔ کون سی اسلامی خدمت تم نے سرانجام دی۔ کیا بھولے سے بھی تم نے تبلیغ اسلام کی۔ احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا قیامت تک مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے۔ تم میں ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حرف بھی پڑھ سکے؟ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تم خود کچھ نہیں جانتے تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔''

(خوفناک سازش مؤلفہ مولوی مظہر علی اظہر صفحہ 195-196)

لالہ کنور سین۔ چیف جسٹس کشمیر

ایک ہندو چیف جسٹس کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمائیے۔ 31 مئی 1934ء کو ایک لیکچر حضور نے وائی۔ایم۔سی۔اے ہال لاہور میں ''عربی زبان کا مقام السنۂ عالم میں'' کے موضوع پر دیا۔ ڈاکٹر برکت علی قریشی ایم اے پی ایچ ڈی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے صدارت کی۔ یونیورسٹی اور کالجوں کے پروفیسر صاحب اور دیگر دانشور حاضر ہوئے۔ لالہ صاحب بھی سامعین میں شامل تھے۔ حضور کے لیکچر کے بعد چیف جسٹس صاحب نے درج ذیل الفاظ میں حضور کو خراج تحسین پیش کیا۔

''جب میں لیکچر سننے کے لئے آیا اس وقت میں نے خیال کیا تھا کہ مضمون اس رنگ میں بیان کیا جائے گا۔ جس طرح پرانی طرز کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ مشہور ہے کہ کسی عرب سے ایک دفعہ زبان عربی کی فضیلت کی وجہ سے دریافت کی گئی تو اس نے کہا کہ اسے تین وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے کہ میں عرب کا رہنے والا ہوں۔ دوسرے اس لئے کہ قرآن مجید کی زبان ہے۔ تیسرے اس لئے کہ جنت میں بھی عربی بولی جائے گی۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید اس قسم کی باتیں زبان عربی کی فضیلت میں پیش کی جائیں گی مگر جو لیکچر دیا گیا۔ وہ نہایت ہی عالمانہ اور فلسفیانہ شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ میں جناب مرزا صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ان کے لیکچر کے ایک ایک حرف کو پوری توجہ اور کامل غور کے ساتھ سنا ہے اور میں نے اس سے بہت ہی حظ اٹھایا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس لیکچر کا اثر مدتوں میرے دل پر رہے گا۔ میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ جن دوسرے احباب نے اس مضمون کو سنا ہے وہ بھی تا دیر اس کا اثر اپنے دلوں میں محسوس کریں گے۔

ملک فیروز خان نون

قیام پاکستان کے بعد حضور نے نئی مملکت کے مستقبل کے حوالے سے مختلف مقامات پر خیال افروز لیکچرز دیئے۔ لاہور میں ایسی 6 تقاریر میں مختلف پہلوؤں کو واضح فرمایا۔ وطن عزیز کی اہم شخصیات جسٹس محمد منیر، ملک عمر حیات وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی، سر عبدالقادر، میاں فضل حسین نے ان جلسوں کی صدارت کی۔ مینارڈ ہال لاء کالج میں منعقد ہونے والے جلسے کی صدارت ملک فیروز خاں نون نے کی۔ ملک صاحب کے صدارتی ریمارکس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔

''حضرت صاحب کے دماغ کے اندر علم کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انہوں نے تھوڑے وقت میں ہمیں بہت کچھ بتایا ہے اور نہایت فاضلانہ طریق سے مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔'' (الفضل 9 دسمبر 1947ء)

علامہ نیاز فتح پوری

علامہ نے حضرت مصلح موعود کی بیان فرمودہ تفسیر کے مطالعہ کے بعد حضور کی خدمت میں تحریر کیا:

''......جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے۔ جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کے تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِیۡ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تا دیر سلامت رکھے۔'' (الفضل 17 نومبر 1963ء)

مولانا غلام رسول مہر

ان سطور میں حضور کی سیاسی بصیرت کے علاوہ سیرت کے بعض اور پہلوؤں پر بھی روشنی پڑتی ہے اس لئے اسے آخر میں رکھا ہے:

''مجھے ایک دفعہ راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا۔ وہ منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسانیت کے لئے ان کے دل میں بڑا درد تھا اور جہاں کہیں مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کا مسئلہ درپیش ہوتا ان کی قابل عمل تجاویز ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں۔ ایسے موقع پر آپ کا رُواں رُواں قومی درد سے تڑپ اٹھتا تھا۔ فرقہ بازی کا تعصب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب بلا کے ذہین تھے۔ میں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے۔ جس کا دماغ پولیٹیکل پالیٹکس میں ایسا کام کرتا ہو جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لوث مشورہ، واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل یہ ان کی خصوصیت تھی۔ مجھے ان کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا۔ ...... افسوس مسلمانوں نے مرزا صاحب کی قدر نہیں کی۔''

پیشگوئی کے ظہور پر اظہار تشکر

معجزات اور نشانات ایمان کی تازگی اور بالیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی کیفیت پیشگوئیوں کی ہے۔ ان کے پورا ہونے سے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت یاد آتی ہے تو دوسری طرف دین حق اور قرآن کی حقانیت پر یقین بڑھتا ہے اور تیسرا پہلو یہ ہے کہ امام الزمان کے مشن کی صداقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

اس عنایت ایزدی پر ہم پہ اظہار تشکر واجب ہے۔ شکر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس پیشگوئی کا ذکر کیا جائے۔ یاد رہے کہ اظہار شکر کے ساتھ برکات میں اضافہ کرنے کا وعدہ ہے۔ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ ...... (سورۃ ابراہیم آیت 8) اس کے بھی کئی پہلو ہیں۔

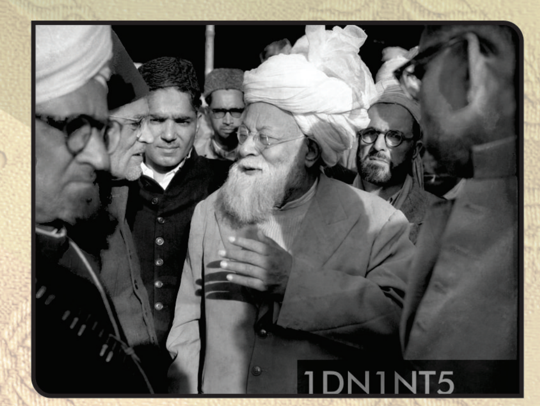
☆ پیشگوئی کے مقاصد کی تکمیل کا دائرہ وسیع ہوگا۔

☆ حضور کے ظاہری اور باطنی علوم جو تفسیر قرآن، دیگر مطبوعات، خطبات اور دوسرے ارشادات کی شکل میں محفوظ ہیں۔ ان کے تراجم حضور کے شاگردوں کے ذریعے اکناف عالم میں مزید پھیلیں گے۔

☆ حضور کی قائم کردہ تنظیمیں، مجالس اور جاری کردہ سکیمیں پہلے سے بڑھ کر کامیابیوں سے ہمکنار ہوتی رہیں گی۔ یہ سدا بہار شجر شیریں پھلوں سے لدا رہے گا۔

☆ برکات و حسنات کی توسیع سے افراد جماعت میں انفرادی اور اجتماعی تقویٰ کا معیار بلند سے بلند تر ہوتا رہے گا اور اس کے نتیجے میں نعمت خلافت کا دوام واستحکام یقینی ہوتا چلا جائے گا۔

حضرت مصلح موعود کے اپنے خدام سے پیار و محبت اور بے تکلفی کے چند مناظر



احباب جماعت سے گفت و شنید کا ایک منظر



تعلیم الاسلام کالج کے طلباء سے ملاقات



احباب جماعت کے درمیان



احباب جماعت کے درمیان



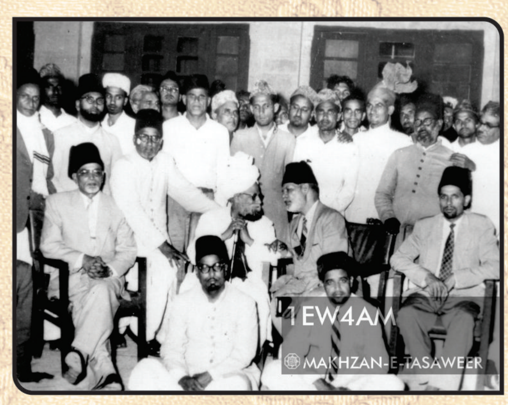
محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی دعوت ولیمہ کے موقع پر



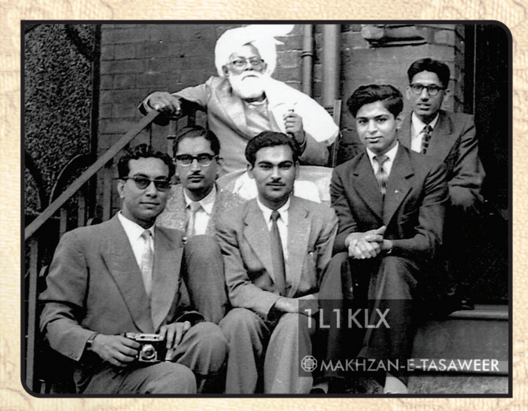
حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی شادی کے موقع پر



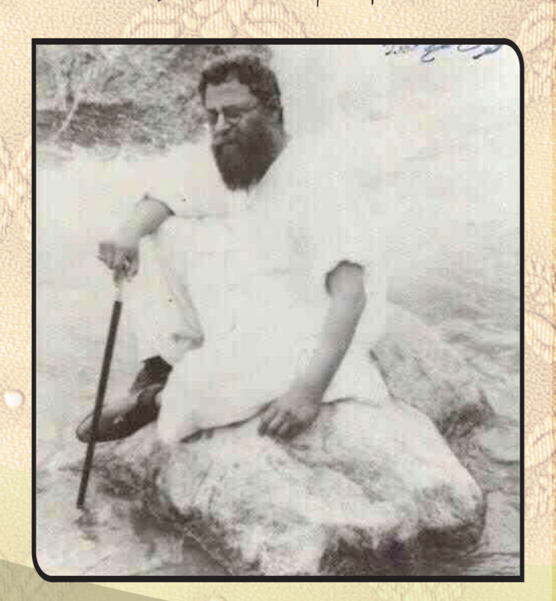
تعلیم الاسلام کالج کے سٹاف کے ہمراہ



جماعت احمدیہ کراچی کے ساتھ ایک گروپ فوٹو



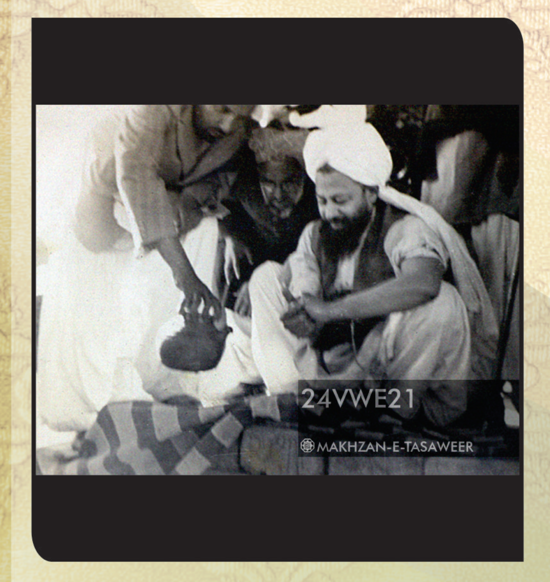
1955ء دورہ یورپ کے دوران لندن میں کالج کے چند طلباء کے ہمراہ



ایک بے تکلفانہ انداز



1955ء دورہ یورپ کے موقع پر سیر کرتے ہوئے



جلسہ سالانہ کے موقع پر وضو کرتے ہوئے

انتخاب: عبدالصمد قریشی

حضرت مصلح موعود۔احمدی شعراء کی نظر میں

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب

کھلی زمانے پہ جس دم فضیلت محمود
بفضلِ حق ہوئی قائم خلافت محمود

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

خلیفہ بھی ہے اور موعود بھی
مبارک بھی ہے اور محمود بھی
لبوں پہ ترانہ ہے محمود کا
زمانہ، زمانہ ہے محمود کا

مکرم روشن دین تنویر صاحب

پڑھ ذرا سبز اشتہار اور جانب محمود دیکھ!
جانبِ محمود دیکھ اور مصلح موعود دیکھ
کر رہی تھیں مدتوں سے جس کا قومیں انتظار
اس کے فضل و رحم کے ساتھ آج اسے موجود دیکھ!

حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر

تجھ کو خدا نے چن لیا نور ہدایت کے لئے
اب تجھ سے بہتر کون ہے امر خلافت کے لئے
ہے مصلح موعود تو اللہ کا محمود تو
فضل عمر تجھ کو کہا حق نے فضیلت کے لئے

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

تحیّر زا ہے اسپ وقت کی یہ برق رفتاری
یہ ساعت جو میسر آج آئی پھر نہ آئے گی
یہ ممکن ہے اسیروں کے جہاں میں رُستگار آئیں
مگر محمود کی فرمانروائی پھر نہ آئے گی

مکرمہ شاکرہ خاتون صاحبہ

سہارا دامن فضل عمر کا مجھ کو ہے کافی
کہ جس کے چہرہ انور پہ ہے شان مسیحائی

کلام حضرت مسیح موعود

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے! اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مکرم عبدالسلام اختر صاحب

برسوں یہ نقش دل سے مٹایا نہ جائے گا
محمود تیرا نام بھلایا نہ جائے گا
تیرا مقام پا نہ سکے گی نگاہ شوق
تیرا نظیر پھر کبھی لایا نہ جائے گا

مکرم چوہدری فیض عالم خان صاحب

وقت کی آنکھوں نے دیکھی تھی جو تصویر جمال
حسن و احساں کی وہی تصویر آ کر دیکھئے
مصلح موعود کی مدحت خود اک اعجاز ہے
فیض کے اشعار کی تاثیر آ کر دیکھئے

مکرم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری

وہ جس کے سر پہ سدا ظل کردگار رہا
جو روز و شب غم ملت میں بے قرار رہا
ہر اک کا محسن و ہمدرد و غمگسار رہا
الم نصیب اسیروں کا رستگار رہا

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

امام زمانہ کی یہ پیشگوئی
محیط جہاں ہے بصد شان و شوکت
وہ فضل عمر رہبر قوم و ملت
کئے زیب تن ہے قبائے خلافت

مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب

ضیاءِ نور مسیحا و مصلح موعود
نزولِ حضرت جاں آفریں و اصل شہود
طبابت دم عیسیٰ و نغمہ داوٗد
یہ سیل حسن لطافت برنگ لا محدود

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

محمود کا یہ دور بھی اک دور حمد ہے
لکھی خبر صحیفوں میں جس کے ظہور کی
وہ لوگ خوش نصیب ہیں جن کو ملا یہ وقت
صد شکر پائیں برکتیں رب شکور کی

مکرم مبارک احمد عابد صاحب

اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکر سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردش روزانہ یہ گردش دورانہ

محترمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ

تھی خبر جس کی صحائف میں تو وہ محمود تھا
تو وہی مصلح مقدس تھا وہی موعود تھا
جس قدر خبریں مسیح کی آمد ثانی کی تھیں
ان سبھی خبروں میں تیرا تذکرہ موجود تھا

مکرم چوہدری علی محمد صاحب بی۔اے، بی ٹی

وہ زمیں جو شور تھی شورے سے جو یکسر سفید
بن گئی ہے آج وہ رشک گل باغ جناں
کیا کرامت ہے کہ تیرے پاؤں کے نیچے سے آج
کر دیا جاری خدا نے چشمۂ آبِ رواں

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ

وجیہہ و پاک لڑکے کی خدا نے خود خبر دی تھی
عجب رنگ ذکا، شان وجاہت اس کو حاصل تھی

شعور کے متعلق الٰہی تفہیم

حضرت مصلح موعود کی ایک علمی رویا

سیدنا حضرت مصلح موعود نے 4راگست 1920ء کی صبح فرمایا:

آج رات میں نے ایک علمی رؤیا دیکھی ہے اوراس سے پہلے اس قسم کی چار رؤیا دیکھی ہیں۔

1۔ایک خلافت کے متعلق۔

2۔دوسری لولا النبض لقضی الحبض

3۔تیسری الحمد کی تفسیر کے متعلق

4۔چوتھی خواجہ کے متعلق

آج رات کو میں نے دیکھا کہ شعور کے متعلق مجھے سمجھایا گیا ہے اور میں اسے آگے بیان کررہا ہوں اور نہایت لطف اور حظ اٹھا رہا ہوں۔ میں بیان کررہا ہوں کہ شعور کے مختلف مدارج ہیں اور اس بات کے بیان کرنے میں (دین) کو دوسرے مذاہب پر خاص فوقیت ہے اور ہر درجہ شعور کے متعلق جو عمر کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتا ہے۔مناسب تعلیم اور احکام دیئے ہیں۔ میں ان مدارج کو اوپر سے نیچے کی طرف بیان کررہا ہوں۔مثلاً انسانی عمر کے ساتویں سال میں بھی ایک تبدیلی واقع ہوتی ہے۔اس تبدیلی کے وقت شریعت (حقہ) نے حکم دیا ہے کہ بچے کو نماز پڑھائی جائے۔کیونکہ عمر انسانی کا یہ حصہ اخلاق اور عادات کے حصول کے لئے نہایت مناسب اور موزوں ہوتا ہے اور دراصل یہی وقت ہوتا ہے کہ جس میں اخلاق کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔اس سے نیچے اتر کر پیدائش کا وقت ہے۔اس وقت بھی انسان میں ایک شعور پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک نئی دنیا میں آتا ہے یعنی نباتی زندگی سے نکل کر وہ ایسی زندگی میں آتا ہے کہ جب اس کے اعضا میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ بیرونی اثرات سے متاثر ہوکر اپنے آپ کو پھیلانا چاہتا ہے۔اس وقت شریعت غراء (دین) نے حکم دیا ہے کہ بچے کے کان میں نداء کہی جائے۔

سلسلہ تقریر کے اس حصہ کے بیان کے بعد آنکھ کھل گئی اوران دو مدارج کے اوپر کے مدارج مجھے یاد نہیں رہے۔لیکن اسی طرح بلوغت اور بڑھاپے کے متعلق قیاس کیا جاسکتا ہے اور اس مضمون پر نہایت لطیف پیرایہ میں غور کیا جاسکتا ہے۔مثلاً بڑھاپے کے متعلق قرآن شریف کی اس آیت سے لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً ایک شعور کی تبدیلی کا پتہ چلتا ہے اور لطیف استدلال کیا جاسکتا ہے۔

(الحکم 7راگست 1920ء ص10)

مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب

ربوہ کے آسماں پر ٹوٹا مرا ستارہ
ہائے کدھر گئے وہ کر کے مجھے اشارہ
تاریکیاں غموں کی بڑھنے لگیں فضا میں
اب چاندنی کہاں کی جب چاند ہی سدھارا

مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب

شکر صد شکر دلستاں آیا
اللہ الحمد مہرباں آیا
وہ فہیم و ذکی و دل کا حلیم
وہ اولوالعزم خوش بیاں آیا

مکرم ظفر محمد ظفر صاحب

عاشقانِ ملت احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنان تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ
حق نے باندھا ہے تیرے سر سہرہ فتح و ظفر
اے بشیر الدین محمود احمد و فضل عمر

مکرم ثاقب زیروی صاحب

حضرت مصلح موعود کی پاکیزہ یادیں

جماعتی وقار ''بغیر حساب''

بفضل اللہ تعالیٰ یوں تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کی جماعتی زندگی کے ہر پہلو پر بڑی گہری نظر رہتی تھی لیکن جماعتی وقار کا پہلو ان تمام محسوسات پر غالب تھا۔ جماعت غریب ہے، چندوں پر چل رہی ہے لیکن وہ خدا کی نظروں میں بڑی عظیم ہے اس لئے اس کی عظمت میں فرق نہیں آنا چاہئے۔ میں جن ایام میں وکالت تبشیر ربوہ میں تھا اور بعض کام درد صاحب کی ہدایات کے تحت بھی کرتا تھا۔ ایک روز حضور نے مجھے یاد فرمایا اور کہا کہ ''دیکھو یہ تین خط پہنچانے ہیں مکتوب الیہم تک''۔

جن میں سے دو چودھری غلام عباس اور سردار محمد ابراہیم کے نام تھے۔

''یہ پہنچا کر جواب لے آؤ''۔

میں جانے لگا تو فرمایا:

''ان کا کسی سے ذکر نہ ہو''۔

میں نیچے آیا۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے کام کی نوعیت پوچھی بھی مگر میں طرح دے گیا۔ نہ درد صاحب ہی سے ذکر کیا۔ مجھے ان دنوں ستر روپے الاؤنس ملتا تھا۔ جس میں سے میں پچاس گھر بھیج دیا کرتا تھا۔ میں واپس گھر آیا تو کچھ دیر توقف کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب سے ملا اور عرض کیا کہ

''مجھے دوسو روپے درکار ہیں۔ میں آپ کو دس روپے ماہوار قسط ادا کروں گا''۔

بات میں نے انہیں بھی نہ بتائی کیونکہ حضور نے تو تاکیداً فرمایا تھا کہ

''اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کرنا لیکن جماعتی وقار ضرور قائم رہنا چاہئے کہ تم امام جماعت احمدیہ مرزا محمود احمد کے نمائندے کی حیثیت سے جا رہے ہو''۔

''لہٰذا ذاتی سفر کسی طرح بھی کرو بس میں۔ تانگے میں یا چھکڑے میں لیکن جب تم ایبٹ آباد، پشاور یا مظفر آباد پہنچو تو سب سے اونچے ہوٹل میں ٹھہرو۔ پرائیویٹ کار لو۔ فون کرو اور وقت معین کر کے ملو''۔

میں نے عرض کیا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا ''پیسے'' کا معاملہ حل ہوگیا تو میری سب سے بڑی الجھن دور ہوگئی اور میں اگلے دن صبح ہوتے ہی اپنے اس سفر پر روانہ ہوا۔ کام ہوگیا تو پانچویں دن لوٹ آیا اور آکر رپورٹ حضور کی خدمت بابرکت میں پیش کردی۔ پھر اس پر جب کوئی دو ماہ گزر گئے تو ایک دن رات کے وقت عبدالرحمٰن انور صاحب کو بڑی پریشانی کے عالم میں خود کو تلاش کرتے پایا۔ عرض کیا:

''خیر تو ہے؟''

کہنے لگے۔

''حضور بظاہر بڑے غصے اور حیرت میں ہیں آپ چلیں۔ میں درد صاحب محترم اور سید ولی اللہ شاہ صاحب کو لے کر آیا''۔ میں پہنچ گیا بلکہ میرے پہنچنے کے ساتھ یہ دونوں بزرگ بھی پہنچ گئے۔ میں نے درد صاحب سے عرض کی کہ

''مجھے بتادیں کہ کیا بات ہے''۔

مگر انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ انہیں ہرگز معلوم نہیں۔ اتنے میں مجھے بلوایا گیا اور یہ دونوں بزرگ آخری سیڑھیوں پر آکر کھڑے ہوگئے۔ فرمایا:

''میں نے تمہیں فلاں کام کے لئے بھیجا تھا؟''

''حضور وہ تو ہوگیا تھا۔ میں نے حضور کی خدمت میں اس کی رپورٹ بھی پیش کردی تھی''۔

''کتنے پیسے خرچ ہوئے تھے''

''شاید ایک سو چالیس یا ایک سو اکتالیس روپے''

''کس سے لئے تھے''

''حضور کسی سے نہیں!''

''پرائیویٹ سیکرٹری سے لئے یا درد صاحب سے''

''مگر حضور نے تو فرمایا تھا کہ کسی سے اس کا ذکر نہیں کرنا''۔

''آخر خرچ تو ہوا کیسے کیا۔ کہاں سے لیا۔ تمہارا الاؤنس تو اتنا نہیں ہے''۔

عرض کیا

''حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ہمارے فیروز پور میں علاقہ مجسٹریٹ بھی رہے ہیں اور اے ڈی ایم بھی ان سے لئے تھے دس روپے ماہوار قسط پر''۔

فرمایا ''تو گویا یہ سارا سلسلہ ''بغیر حساب'' ہی چلتا رہا''۔

اس کا کوئی جواب مجھ سے بن نہ سکا۔

''اچھا ٹھہرو''۔

اندر گئے اور ایک بھرا ہوا ہاتھ کرنسی نوٹوں کا لائے۔ میں نے بھی جھولی پھیلا دی رخصت ملنے پر سیڑھیوں میں تینوں بزرگ میرے انتظار میں تھے۔ کہنے لگے تبدیل کرلو عرض کیا۔ صرف پانچ پانچ کے تین نوٹ تبدیل کرسکتا ہوں۔

یہ کل سات سو اکاون یا سات سو باون روپے کے کرنسی نوٹ تھے۔

مشکل حل ہوگئی

میں حضور کے پریس اتاشی کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ ایک دن مجھے بلوایا۔ نہیں معلوم کونسی الجھن اس اظہار کا پس منظر تھی۔ حضور نے مجھے بلا کر کہا۔

''چونکہ قادیان میں ہمارا سامان لوٹنے والے یہ لوگ نہ تھے اس لئے ہم نے رتن باغ کا سارا سامان انہیں دے دیا تھا صرف پلنگ رہ گئے جو وہ ساتھ لے جا نہ سکے۔ مگر ان پلنگوں کے لئے بستر بھی تو چاہئیں جو پورے تو کیا ہمارے پاس ادھورے بھی نہیں ہیں اس لئے ایسا کرو کہ سمن آباد سے ڈاکٹر حسن صاحب کو ساتھ لو اور لنڈے سے اچھے صاف ستھرے کمبل خرید کر انہیں دھلواؤ''۔

اور اس حکم کی تعمیل حرف بہ حرف ہوئی۔ نیز فرمایا:

''میں نے سنا ہے کہ ایل ڈی اے کا سیکرٹری تمہارا دوست ہے۔ عرصہ ہوا ام ناصر کے نام پر ہم نے ایک پلاٹ خریدا تھا جس کے بارے میں اب کچھ یاد نہیں۔ اگر وہ پلاٹ نکل آئے تو شاید اسے فروخت کر کے کچھ ضرورتیں پوری ہوجائیں''۔

عرض کیا:

''وہ میرا تو صرف دوست ہے مگر اپنے آپ کو حضور کا بھتیجا بھی تو کہتا ہے حضور متحدہ پنجاب کے ڈائریکٹر زراعت خان بہادر مولوی فتح الدین کو تو جانتے ہوں گے''۔

حضور نے فرمایا:

''ہاں وہ تو ہم سے بڑا تعلق رکھتے تھے۔ گرمیوں میں ڈلہوزی جائیں تو دو ایک دفعہ دعوت ضرور کرتے تھے''۔

''اسلام (سیکرٹری ایل ڈی اے) انہی کا فرزند اکبر ہے۔ میں اسے کل شام کو حضور کی خدمت میں لے آؤں گا''۔

اسلام آیا اور حضور کی خواہش اور کوشش کے باوجود حضور کے برابر صوفے پر نہیں بلکہ نیچے قالین پر بیٹھا۔ حضور نے اس سے پلاٹ کا ذکر کیا تو اس نے حضرت ام ناصر کا نام نوٹ کرلیا اور کہا کہ:

''میں انشاء اللہ پچھلے بیس سال کا ریکارڈ کھنگال ڈالوں گا''۔

اور پھر اس نے اس سلسلہ میں دن رات ایک کر دیئے۔ سرکاری دفتروں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض نے کمشنر سے جڑ دی کہ سیکرٹری صاحب تو ایک پلاٹ کے لئے جو کسی مرزائیہ کا ہے باؤلے ہوئے پھر رہے ہیں۔ کمشنر نے خود ایک دن ان سے کہا:

''اسلام تم مرزائی تو نہیں ہوگئے یہ پلاٹ کا کیا چکر ہے''۔

اسلام نے جواب دیا۔ ''اگر ہوگیا ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ پلاٹ خرد برد کرلیا جائے یہ بات تو شرافت، انصاف اور دیانتداری کے صریحاً خلاف ہے اور اگر حکومتیں بھی ایسا کرنے لگیں تو عوام الناس کیا نہ کریں گے؟''

الحمد للہ بالآخر وہ پلاٹ مل گیا اور اقتصادی مشکلات ایک حد تک حل ہوگئیں۔

(رسالہ لاہور 16 جنوری 2010ء)

یوم مصلح موعود

آج یوم مصلح موعود ہے
اس لئے سب رنج و غم مفقود ہے
ہیں مسرت کی فضائیں ہر طرف
آج کا دن کس قدر مسعود ہے
قلب مومن کو طمانیت ہوئی
مل گیا اب گوہر مقصود ہے
پرتو مہر منور کے طفیل
اب جہاں سے تیرگی نابود ہے
جس نے آنا تھا وہ آیا وقت پر
انتظار اب غیر کا بے سود ہے
دی خبر جس کی مسیحا نے ہمیں
آج وہ مردِ خدا موجود ہے
کون ہے حق و صداقت کا نشاں
ابنِ مہدی حضرت محمود ہے
حسن و احسان میں مسیحا کا نظیر
لاجرم وہ مصلح موعود ہے
دولت عرفان جس نے دی ہمیں
شاد اپنا شاہ لطف وجود ہے

محمد ابراہیم شاد

بیادِ محمود

محمود ترے غم میں روئے گا جہاں صدیوں
اُٹھے گا ہر اک دل سے آہوں کا دھواں صدیوں

اس شہر کے بام و در تیری یاد کے مظہر ہیں
مہکیں گے یہاں تیرے قدموں کے نشاں صدیوں

یہ دور کہ ڈالے گا تاروں پہ کمندیں بھی
تجھ جیسا نہ پائے گا ہمت کا جواں صدیوں

تحریر میں یکتا تھا تقریر میں لاثانی
مل پائے گا کب تجھ سا عظمت کا نشاں صدیوں

ہر بات عزیمت کا اک کوہ گراں ٹھہری
ڈھونڈے گا جہاں تیری محفل کا سماں صدیوں

آواز کہ طوفاں تھی جھرنوں کا تموّج بھی
گونجے گا تیرا ہر سُو انداز بیاں صدیوں

ہاں دین کی عظمت کو وہ فخر دیا تو نے
پہنچے گا نہ اس جا تک یہ وہم و گماں صدیوں

پھولے پھلے دنیا میں محمود کا ہر جذبہ
بہتا ہی رہے یا رب یہ بحر رواں صدیوں

جس نور کا پیکر تھا محمود کا دل عابدؔ
وہ نور زمانے میں ہو نور فشاں صدیوں

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

شہرِ باوفا

کہنے کو تھی یہ بانجھ سی ویران سرزمیں
آثار جس میں پانی کے ملتے نہ تھے کہیں

پھیلی ہوئی تھیں چار سو ویرانیاں یہاں
ہر جا پہ تھیں مکین پریشانیاں یہاں

کھینچا گیا جب اس پہ دعاؤں کا اک حصار
لکھی گئی پھر اس کے مقدر میں اک بہار

ایسی بہار جس پہ کبھی کچھ خزاں نہیں
پت جھڑ کے موسموں کا بھی جس پر گماں نہیں

پھر یوں ہوا کہ اس میں سے چشمے ابل پڑے
نایاب اس کی کوکھ سے موتی نکل پڑے

اس پر خدائے پاک کا یہ معجزہ ہوا
پاؤں سے ان کے نیچے سے پانی بہا دیا

پورا ہوا یوں حضرت فضل عمر کا خواب
بخشا خدا نے ربوہ کو اکرام لاجواب

تب یہ زمین مرجعِ خلق جہاں ہوئی
اہل وفا کے واسطے دارالاماں ہوئی

اب مثل قادیان رجوعِ جہاں ہے آج
یہ وہ نگر ہے دنیا میں جنت نشاں ہے آج

بستے ہیں اس میں لوگ حسیں اور باوفا
رکھتے ہیں دل میں عشق کے جذبات بے بہا

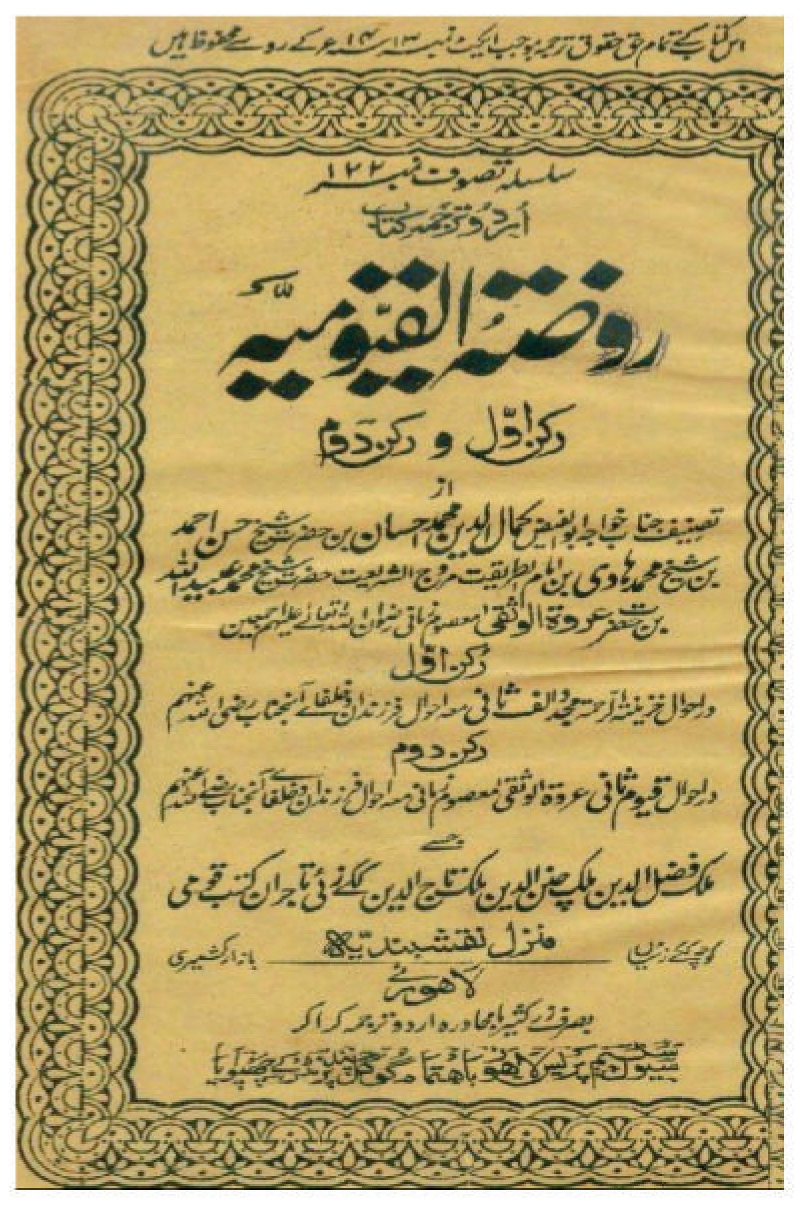
اس کا ہر ایک گوشہ ہے شاداب و دلنشیں
روشن ہے حسن نور خلافت سے یہ زمیں

اب اس دیار سے ہی سبھی فیض پائیں گے
اس کے جمالِ نور سے دل جگمگائیں گے

پھیلی ہوئی ہے اس پہ جو رعنائیوں کی دھوپ
یہ ہے وفورِ عشق کی پرچھائیوں کی دھوپ

عبدالصمد قریشی

حضرت مصلح موعود سے تعلق رکھنے والے بعض حوالے


اس کتاب کے تمام حق حقوق بحق ... بموجب ایکٹ نمبر ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء کے رو سے محفوظ ہیں

سلسلہ تصوف نمبر ۱۲۲

اردو ترجمہ کتاب

مُسمّٰی

روضۃ القیومیہ

رکن اوّل و رکن دوم

از

تصنیف جناب خواجہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان بن حضرت شیخ حسن احمد
بن شیخ محمد ہادی بن امام الطریقت مروج الشریعت حضرت شیخ محمد عبید اللہ
بن حضرت عروۃ الوثقیٰ معصوم ثانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

رکن اوّل

در احوال خزینۃ الرحمت مجدد الف ثانی مع احوال فرزندان و خلفائے آنجناب رضی اللہ عنہم

رکن دوم

در احوال قیوم ثانی عروۃ الوثقیٰ معصوم ثانی مع احوال فرزندان و خلفائے آنجناب رضی اللہ عنہم

جسے

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں ــــــــــــ بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

سیوک سٹیم پریس لاہور باہتمام محمد ... پرنٹر کے چھپوایا

روضۃ قیومیہ ۴۳ رکن اول

دسویں صدی ہجری میں ہوئی۔ آنجناب نے الف ثانی ہجرت کے بعد خلعت پہنی +

شیخ خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی پیدائش کی بابت خبر دینا۔

شیخ خلیل اللہ بدخشی کے مقامات میں لکھا ہے کہ ایک روز شیخ صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ! خواجگان کے سلسلہ سے ایک شخص ہندوستان میں پیدا ہوگا جو امت محمدی (صلوات اللہ وسلامہ) کے تمام اولیاء سے افضل ہوگا۔ لیکن افسوس کہ ہماری زندگی اُس وقت تمام نہ ہو جائیگی کہ ہم اُس کی خدمت کریں۔ بعد ازاں ایک خط اپنی نیازمندی اور عذر و معذرت کا لکھ کر اپنے بڑے خلیفے کو دیا کہ اسے سنبھال کر رکھنا اور جب حضرت مجدد الف ثانی مبعوث ہوں۔ یہ خط بڑی نیاز سے اُن کی خدمت میں پیش کرنا۔ تاکہ ہمارے حق میں دعائے خیر کریں +

خواجہ عبدالرحمٰن بدخشی نے اس مکتوب کو تجدید قیومیت کے دسویں سال حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت قیوم اول نے شیخ صاحب کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اور فرمایا کہ شیخ خلیل اللہ امت کے بڑے مشائخ سے نظر آتے ہیں +

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی خبر دینا:-

ایک روز حضرت شیخ الجن و الانس سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل میں مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ آسمان سے ایک نور عظیم ظاہر ہوا جس سے تمام جہان منور ہو گیا۔ اور دمبدم اُس نور کی روشنی بڑھتی گئی۔ اس نور سے تمام گذشتہ اور آئندہ اولیا نے نور حاصل کیا۔ آنجناب یہ دیکھ کر حیران ہوگئے کہ یہ کس شخص کا نور ہے الہام ہوا کہ اس نور کا مالک تمام اولیائے امت سے افضل ہے جو آپ کے پانسو سال بعد پیدا ہوگا۔ اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تجدید کریگا۔ وہ شخص نہایت ہی خوش نصیب ہوگا جو اس کی زیارت کریگا اس کے فرزند اور خلیفے بارگاہ احدیت کے صدر نشین ہونگے +

بعد ازاں شیخ الجن و الانس نے اپنا خاص خرقہ تیار کرا کر اپنی مخصوصہ نسبت و بیعت



بشیر الدین محمود احمد، مرزا (۱۸۸۹ - نومبر ۱۹۶۵ء): بن مرزا غلام احمد، جماعت احمدیہ کے سربراہ۔ تعلیم اپنے والد کی نگرانی میں پائی۔ پھر ایک رسالہ قادیاں سے بنام "تشحیذ الاذہان" جاری کیا۔ اس زمانے میں حج کے علاوہ بعض اسلامی ملکوں کی سیر بھی کی ————

پہلے خلیفہ حکیم نورالدین کی وفات کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو دوسرے سربراہ بنے۔ اسی موقع پر جماعت احمدیہ دو ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ ایک قادیانی جماعت، دوسری لاہوری جماعت۔ مرزا

۲۴۸

بشیر الدین محمود احمد اپنے جماعتی کام کے علاوہ مسلمانوں کی آئینی سیاسی تحریکوں میں بھی سرگرمی سے شریک ہوتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انھیں قادیاں سے نکلنا پڑا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ قادیاں کے لیے چنیوٹ کے قریب ربوہ میں ایک مرکز بنایا۔ متعدد تصانیف چھوڑیں جن میں ایک تفسیر بھی ہے۔ بیرونی ملکوں میں تبلیغ کے لیے متعدد مرکز قائم کیے۔

...): انصاری خزرجی صحابی

THE NATION THAT LOST ITS SOUL

(Memoirs of a freedom fighter)

SIRDAR SHAUKAT HYAT-KHAN

Jang Publishers Lahore

All my time other than tewelve days spent in my far flung constituency I gave to other Muslim Leagues candidates opposing the Unionist. Like Multan, Dera Ghazi Khan, Hoshiarpur, Amritsar, Batala, Gurdaspur, Attock, Pindi and Sargodha these were all the towns on my beat and I travelled day and night making six to seven speeches a day and thus carrying on the Muslim League's flag, during the elections. I used to send a copy of my programme to Quaid-i-Azam. One day I got a message from Quaid-i-Azam saying 'Shaukat', I believe you are going to Batala, which I understand is about five miles from Qadian. Please go there and meet the Hazrat Sahib of Qadian request him on my behalf for his blessings and support for Pakistan's cause.

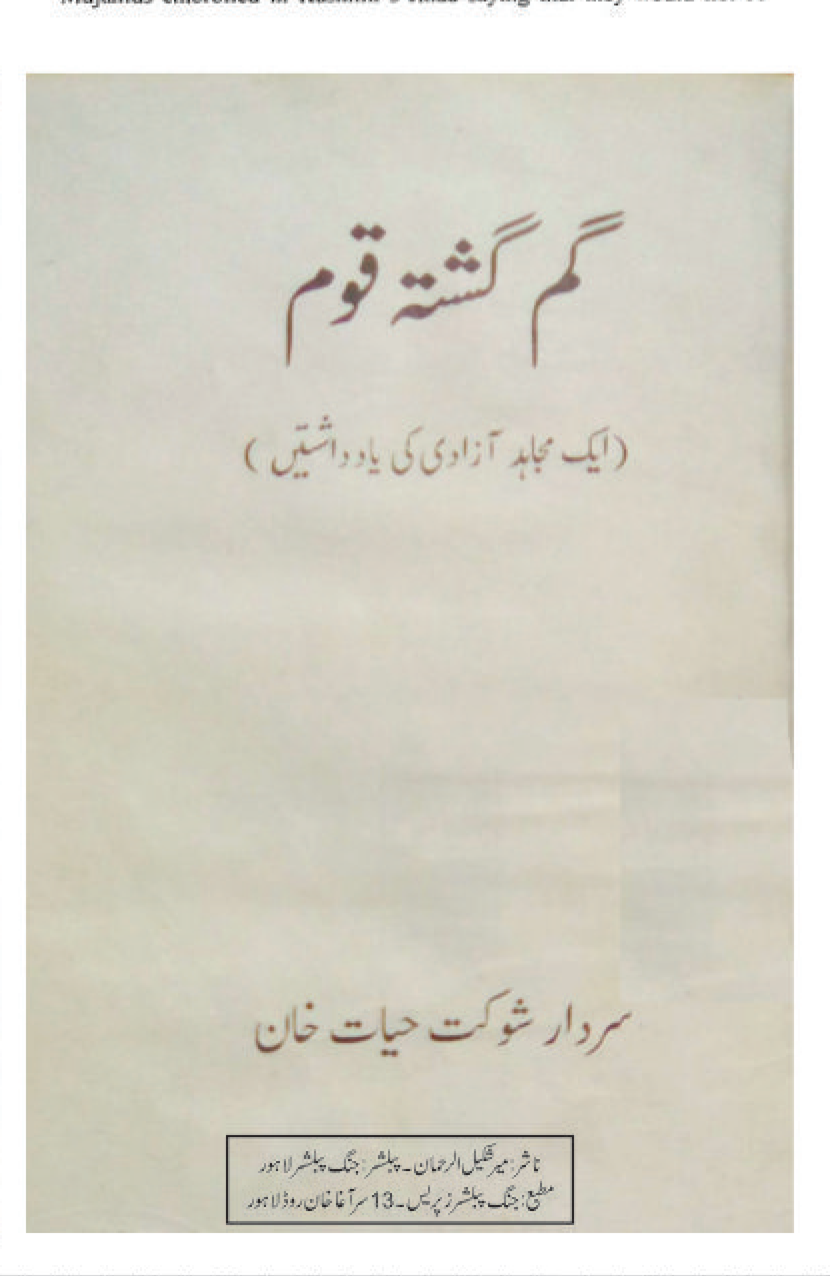
After the meeting that night at about Twelve mid night, I reached Qadian. When I got there Hazrat Sahib had retired. I sent him a message that I had brought a request for him from the Quaid-i-Azam. He came down immediately and enquired what were Qaid's orders. I conveyed him Quaid's message to pray for and also support Pakistan. He replied please convey to the Quaid-i-Azam that we have been praying for his Mission from the very beginning. Where the help of his followers a is concerned, no Ahmadi will stand against a Muslim Leaguer and if someone disobeys my advice the community would not support him. So Mumtaz Daultana won overwhelming victory over the President of local Ahmadi community in Sialkot District.

Quaid-i-Azam had also ordered me to visit Maulana Maudoodi when I reached Pathankot. I did so after addressing a meeting there. He was living in the adjoining village belonging to Chaudri Niaz. Maulana Madoodi basically belonged to Deoband School of Theology, which was at the time supporting the Indian National Congress. When I conveyed the Quaid's message to him requesting him to pray as well as support Pakistan's Cause. He replied how could he pray for Na Pakistan (Impure Pakistan). How could there be a Pakistan till the whole of India had been converted to Islam. Such was the vision of the Leader of Jamaat-i-Islami.

Later the same Maulana beseeched for my help as a Minister in Punjab Pakistan to rescue him from non-Muslims of that area. Which task I performed by sending Pakistan's troops to extricate him from Pathankot.

On reaching Pakistan he gave out an edict (Fatawa) against the Mujahids embroiled in Kashmir's Jihad saying that they would not be

وقت طلب گار ہوتے۔ ماسوائے بارہ دنوں کے جو میں نے اپنے حلقہ انتخاب کے دور دراز علاقوں میں گزارے۔ میں نے باقی ماندہ وقت مسلم لیگی امیدواروں کے لئے وقف کر رکھا تھا اور ہم یونی نسٹ امیدواروں کی بھرپور مخالفت مختلف مقامات پر کر رہے تھے ان شہروں میں ملتان، ڈیرہ غازی خان، ہوشیار پور، امرتسر، بٹالہ، گورداسپور، اٹک، راولپنڈی اور سرگودھا جیسے مقامات تھے جو میرے جانے پہچانے تھے۔ اس انتخابی مہم میں چھ سے سات تقریریں کرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے مقام تک مسلم لیگ کے جھنڈے تلے سفر کرتا۔ میرے اس انتخابی پروگرام کی ایک نقل قائداعظم کو بھجوائی جاتی تھی۔ ایک دن مجھے قائداعظم کی طرف سے پیغام ملا شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو جو قادیان سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب کو میری درخواست پہنچاؤ کہ وہ پاکستان کے حصول کے لئے اپنی نیک دعاؤں اور حمایت سے نوازیں۔ جلسے کے اختتام کے بعد میں نصف شب تقریباً بارہ بجے قادیان پہنچا۔ تو حضرت صاحب آرام فرما رہے تھے۔ میں نے ان تک پیغام پہنچایا کہ میں قائداعظم کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں وہ اسی وقت نیچے تشریف لائے اور استفسار کیا کہ قائداعظم کے کیا احکامات ہیں میں نے کہا کہ وہ آپ کی دعا اور معاونت کے طلب گار ہیں۔ انہوں نے جواباً کہا کہ وہ شروع ہی سے ان کے مشن کے لئے دعاگو ہیں اور جہاں تک ان کے پیروکار کا تعلق ہے۔ کوئی احمدی مسلم لیگ کے خلاف انتخاب میں کھڑا نہ ہو گا اور اگر کوئی اس سے غداری کرے گا تو وہ ان کی جماعت کی حمایت سے محروم رہے گا۔ اس ملاقات کے نتیجے میں ممتاز دولتانہ نے سیالکوٹ کے حلقے میں ایک احمدی نواب محمد دین کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ قادیانی لوگوں نے اپنے امیر کے حکم کی بجا آوری میں محمد دین کی بجائے ممتاز کو ووٹ دیئے۔ جب میں پٹھانکوٹ پہنچا تو قائداعظم نے مولانا مودودی سے بھی ملنے کے لئے حکم فرمایا تھا۔ وہ چوہدری نیاز کے گاؤں سے متصل باغ میں رہائش پذیر تھے۔ مولانا بنیادی طور پر دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے جو اس وقت انڈین نیشنل کانگرس کے حامی تھے۔ جب میں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں اور ہماری حمایت کریں تو انہوں نے جواباً کہا کہ وہ کیسے ناپاکستان (ناپاک جگہ) کے لئے دعا کر سکتے ہیں۔ مزید بر آں پاکستان کیسے وجود میں آ سکتا تھا۔ جس وقت تک کہ تمام ہندوستان کا ہر فرد مسلمان نہیں ہو جاتا۔ جماعت اسلامی کے قائد کی یہ بصیرت اور نظریہ تھا۔ پاکستان کے متعلق مولانا مودودی کا رویہ ہمیشہ مخالفانہ ہی رہا۔ بعدازاں یہی مولانا میری مدد کے طلب گار ہوئے کہ انہیں ان کے علاقے کے غیر مسلموں سے بچایا جائے میں اس وقت پنجاب میں وزیر تھا۔ چنانچہ میں نے فوج کی مدد سے انہیں باحفاظت پٹھان کوٹ سے پاکستان پہنچایا۔ پاکستان پہنچنے پر انہوں نے کشمیری مجاہدین کے



گم گشتہ قوم

(ایک مجاہد آزادی کی یادداشتیں)

سردار شوکت حیات خان

ناشر: میر شکیل الرحمان۔ پبلشر: جنگ پبلشرز لاہور
مطبع: جنگ پبلشرز پریس۔ 13 سر آغا خان روڈ لاہور

والی قیامت را نشان دجال دیگر و آنچہ ہم
عیسیٰ فرود آید کشد دجال را از نشت خر



تحفہ ۱۳ نصائح

یاجوج باماجوج ہم پیدا شوند اندر جہان
سرہای بعضی آسمان باشند بعضی یک شبر
از سوی مغرب شمس را باشد طلوعی بی نزاع
بستہ شود در توبہ را کان بود مفتوح بر بشر
کثرت زنا اندر جہان والی قیامت را نشان
براسپ چون بینی زنان آید قیامت زود تر
دیگر نشانی علما خوانند خلقی بی عمل
ساجد بہ بینی اندکے مسجد بیابی بیشتر
مشغول بینی در بنا خلقی شدہ از جان و دل
مرگی بخواہی آن زمان مردن ہمین بہتر شمر
محمود احمد تاج دین مرزو و رہ بینی ہر طرف
شادی قبولا زیرکا مقطع شدہ ہم شہر
اہل بوادی روستا کوہان شبان ہم حفت زن
کفشی نگاہی پای شان بگی نبودی شان بسر
والی قیامت مشکی ایشان چو بینی شہر را
مشغول گشتہ در بنا ہر یک بقصری مفتخر



پانچویں فصل

1934ء تا 1938ء

اسیران کشمیر کی قانونی امداد:

اگر چہ علامہ اقبال اس زمانے میں سیاسیات سے علی العموم کنارہ کش اور گوشہ گیر ہو رہے تھے لیکن اسیران کشمیر کے مقدمات کی پیروی کے لیے اپنے وکیل دوستوں کو برابر آمادہ کر رہے تھے۔ ملک برکت علی ایڈووکیٹ علامہ سے پورا تعاون کر رہے تھے۔ لیکن چوں کہ فروری 1934ء میں انہیں انتخابات در پیش تھے اس لیے صوبہ بہار کے وکیل مسٹر نعیم الحق کو حضرت علامہ نے بعض مقدمات کی پیروی پر آمادہ کر لیا تھا۔ شیخ عبدالحمید ایڈووکیٹ (صدر کشمیر کانفرنس جموں) ان تمام قانونی مساعی کے مرکز تھے اور علامہ نے مسٹر نعیم الحق کو بھی انہی کے سپرد کیا تھا۔ جب دو مقدموں کی پیروی کا کام مسٹر نعیم الحق کو تفویض کیا جا چکا تو میر پور کے دوسرے مقدمے کے کاغذات بھی علامہ کو موصول ہو گئے۔ وہ یہ مقدمہ بھی مسٹر نعیم الحق ہی کے سپرد کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن دفعتاً معلوم ہوا کہ اس کی پیروی چودھری ظفر اللہ خان کریں گے۔ چوں کہ اس وقت تک علامہ کو کشمیر کمیٹی کے سلسلے میں احمدیوں سے سوءِ ظن پیدا ہو چکا تھا، اس لیے لکھتے ہیں:

> چودھری ظفر اللہ خان کیوں کر اور کس کی دعوت پر وہاں جا رہے ہیں، مجھے معلوم نہیں۔
> شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں[1]

حالانکہ شیخ محمد عبداللہ (شیر کشمیر) اور دوسرے کارکنان کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے بعض کار پردازوں کے ساتھ خفیہ نہیں بلکہ علانیہ روابط رکھتے تھے۔ اُن روابط کا کوئی تعلق عقاید احمدیت سے نہ تھا۔ بلکہ ان کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریک کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے اور کارکنان کشمیر طبعاً ان کے ممنون تھے۔ چودھری ظفر اللہ خان بھی یقیناً مرزا صاحب ہی کے اشارے سے مقدمے کی پیروی کے لیے گئے ہوں گے۔

[1] مکاتیب اقبال: 435۔

ذکرِ اقبالؒ

حضرت علامہ اقبال ؒ کے سوانح حیات

عبدالمجید سالک

بک کارنر
جہلم، پاکستان